محاضرہ بعنوان

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی علمی و تحقیقی زندگی اور ہمارے لئے لائحہ عمل

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اختر

www.KitaboSunnat.com

تحقیق، تخریج، تعلیق

ڈاکٹر عبد الغفار

زیر اہتمام: ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر
فیکلٹی علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
سیرت (رحمۃ للعالمین ﷺ) چیئر، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقيق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقيق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

محاضرہ بعنوان

ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ کی عملی و تحقیقی زندگی اور ہمارے لیے لائحہ عمل

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اختر

زیر اہتمام: ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر، ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد اللہ
یونیورسٹی آف دی پنجاب، لاہور

تحقیق، تخریج و تعلیق

ڈاکٹر عبد الغفار
ڈائریکٹر سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر
یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

ناشر: ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر، فیکلٹی علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف دی پنجاب، لاہور
سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر: یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: **محاضرہ بعنوان: ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عملی و تحقیقی زندگی اور ہمارے لیے لائحہ عمل** (پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اختر)

جمع، تحقیق، تخریج و تعلیق:
ڈاکٹر عبد الغفار
ڈائریکٹر سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر
یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ 0300-4881087

ترتیب و تزئین: **حافظ انتظار احمد** 0306-4245048
پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ و سیرت النبی ﷺ یونیورسٹی آف اوکاڑہ

زیر اہتمام: ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر، فیکلٹی علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف دی پنجاب، لاہور؛
سیرت رحمۃ للعالمینؐ چیئر: یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

سال طباعت: 2023ء/1444ھ

ناشر اور ملنے کا پتہ: المطبعۃ العربیہ، 30 لیک روڈ، پرانی انار کلی، لاہور (فون: 0311-4504207)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ؒ کی علمی و تحقیقی زندگی اور ہمارے لیے لائحہ عمل

لیکچر کا آغاز: تلاوت قرآن مجید

خطاب: پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر

صدارت: ڈین اسلامک اسٹڈیز؛ پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی

ڈائریکٹر: پروفیسر ڈاکٹر محمد اعجاز

زیر اہتمام: ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر

ابتدائیہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ

وقت: جمعرات 19 دسمبر 2019ء

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، أما بعد!

جیسا کہ آپ کو یہ معلوم ہے کہ آج کا یہ لیکچر ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر کے زیر اہتمام ہو رہا ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب کی شخصیت اور علمی کارناموں پر تفصیلی روشنی پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر صاحب ڈالیں گے البتہ یہ میں ضرور کہوں گا کہ ڈاکٹر صاحب کا انتقال 17 دسمبر 2002ء میں ہوا اس لحاظ سے یہ اُن کی برسی کی مناسبت بھی بنتی ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب کی خدمات مختلف زبانوں اور علوم وفنون میں ہے اور میں اس پر عمداً توجہ اس لیے نہیں دوں گا کیونکہ پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر صاحب اس خاص موضوع پر گفتگو فرمائیں گے۔ البتہ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر کا تعارف کروا دیتا ہوں۔ ستمبر 2019ء میں یہ چیئر Active ہوئی ہے اس سے پہلے فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز میں اس کا وجود تھا۔ پہلی مرتبہ بندہ ناچیز کی اس پر تقرری ہوئی ہے اور ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ اس چیئر پر کام کرے اور اس کو Active کرے، ظاہر ہے کہ کوئی بھی چیز ہو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ جس شخصیت سے وہ منسوب ہو اس کے حالات و خدمات اور دلچسپیوں کے میادین پر کام کیا جاتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے پیش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظر جو کچھ ہے میں اُس کے بارے میں کچھ بتا دوں ہم یہ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی تمام تصانیف کو ایک لائبریری کی صورت میں یکجا کریں اور جو کام ہوئے ہیں اُن کو بھی یکجا کیا جائے۔ تا کہ ان جن گوشوں کی نشاندہی کی جائے ان پر کام کو آگے بڑھائیں خصوصا ایم فل Ph.D کے اسکالرز کو اُن موضوعات پر کام دیئے جائیں اس کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ بھی مقصد ہے کہ جس طرح آج یہ پہلی نشست ہے ان نشستوں کا یہ تسلّسل جاری رکھیں جیسے آج ڈاکٹر صاحب کو دعوت دی ہے ان شاء اللہ اس تسلسل کو ہم جاری رکھیں گے اور کوشش کریں گے کہ ان لیکچرز کو مرتب بھی کیا جائے اور بعد میں کتابی شکل میں شائع بھی کیا جائے۔اس کے ساتھ ساتھ ظاہر ہے کہ جس نے بھی ڈاکٹر محمد حمید اللہ پر تحقیقی حوالہ سے کام کرنا ہے، یہاں ہم سے رہنمائی لے ہم اس کی رہنمائی کریں گے ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر کے حوالہ سے میں یہ بھی عرض کردوں کہ ہمارے موجودہ ڈین پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی صاحب کی اس چیئر کو فعّال کرنے میں کافی کاوشیں ہیں، میں بطور خاص اُن کا شکر گزار ہوں اس کام کو متحرک کرنے میں، ترغیب دلانے میں ہمارے سب کی استاذہ محترمہ پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ ہیں اور اُن کی ترغیب اور توجہ سے ہی ہم اس طرح کے کام کرتے ہیں۔ میں بطور خاص اُن کا شکر گزار ہوں وہ گاہے گاہے ہمیں مشورہ دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔ آج کے ہمارے مقرّر اب میں اُن کا تعارف کروانا چاہتا ہوں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اختر کا مختصر تعارف:

ڈاکٹر سفیر اختر (پیدائش: 26 نومبر 1947ء) پاکستان سے تعلق رکھنے والے اردو زبان کے ادیب، تذکرہ و سوانح نگار، مدون، محقق اور سابق پروفیسر اور ایم فل اور پی ایچ ڈی مقالاجات کے نگراں ہیں۔ ڈاکٹر سفیر اختر 26 نومبر 1947ء لوہسر شرفو، ضلع اٹک (موجودہ ضلع راولپنڈی)، صوبہ پنجاب، پاکستان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 1969ء میں پنجاب یونیورسٹی سے سیاسیات اور بعد ازاں اسی یونیورسٹی سے تاریخ میں ایم اے کی سند حاصل کی۔ 1971ء میں پنجاب یونورسٹی سے بی ایڈ کا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

امتحان پاس کیا۔ 1989ء میں برطانیہ کی یونیورسٹی آف یورک سے ڈی فل کی ڈگری حاصل کی۔ 1971ء میں تعلیم القرآن ہائی اسکول، ٹیکسلا میں بہ طور سینئر ٹیچر مقرر ہوئے۔ 1973ء میں گورنمنٹ کالج مری میں شعبہ تاریخ کے لیکچرار کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ 1981ء میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے وابستہ ہوگئے۔ اسلام آباد میں قائم انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز (پاکستان) سے بھی وابستہ رہے۔ انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز کے شش ماہی جریدے نقطہ نظر کی ادارت بھی سرانجام دیں۔ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالہ جات کی نگرانی اور جانچ فرماتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں مسعود عالم ندوی (سوانح و مکتوبات)، تذکرہ مصنفینِ درسِ نظامی، اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں، مکتوبات صدر یار جنگ، نظم معنوی، تذکرہ علمائے پنجاب (دو جلدیں)، کتاب نامہ شبلہ، ترجمہ ہائے متونِ فارسی بہ زبان ہائے پاکستانی، کشمیر: آزادی کی جدوجہد، پاکستان میں وسطی ایشیا کا مطالعہ اور پاکستان کے مذہبی مکاتیبِ فکر شامل ہیں۔[1]

اس وقت پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر صاحب آئی پی ایس میں سینئر ریسرچ فیلو کی حیثیت سے وابستہ ہیں۔ آپ آئی پی ایس کے اردو جریدہ "نقطہ نظر" کے مدیر اور "مغرب اور اسلام" کے ادارتی بورڈ کے ممبر ہیں۔ یونیورسٹی آف یارک برطانیہ سے سیاسیات میں پی ایچ ڈی کی سند کے ساتھ ساتھ ایک معروف اسکالر اور تنقید نگار ہیں۔ سماج، ادب، نظریات اور آبادیات جیسے موضوعات پر تقریباً 20 کتب کے مصنف ہیں۔ آپ کے تنقیدی تجزیے اور تحقیقی مضامین پاکستان اور بھارت کے علمی جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ نے قومی اور بین الاقوامی سطح کے بیسیوں سیمیناروں اور کانفرنسوں میں شرکت کی اور حصہ لیا۔

ڈاکٹر صاحب ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے فارغ ہیں۔ وہاں سینئر آڈیٹر تھے۔ ان کی تصنیف و تالیف اور زندگی کا سفر تذکرہ "علمائے پنجاب" سے شروع ہوتا ہے۔ ان کی ادارت میں بہت

---

[1] سید نصرت بخاری، شخصیاتِ اٹک، ذوق پبلی کیشن، اٹک، 2019ء، ص 132

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سارے مجلّات شائع ہوتے رہے اور ان مختلف مجلات میں سے چار مجلّات جس میں وسط ایشیا کے مسلمان، دینی صحافت، اسلام، عیسائیت اور نقطہ نظریہ سب ڈاکٹر صاحب کی ادارت میں نکلتے رہے ہیں ان کا بڑا وقیع مقام ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب نے علامہ اقبال اور سید سلیمان ندوی" اور مولانا مودودی اور اسکے علاوہ بہت ساری شخصیات پر روشنی ڈالی ہے۔ڈاکٹر صاحب کا بنیادی موضوع برصغیر کی تاریخ اور اسلامی تراث ہے۔ اسلامی علوم وفنون ہے، جن پرڈاکٹر صاحب کی بڑی وسیع اور گہری نظر ہے۔

خطاب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم جناب ڈاکٹر محمد حماد لکھوی صاحب، محترمہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ، دیگر اساتذہ کرام، مہمانان گرامی طلباء وطالبات جب مجھ سے ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ کی گفتگو ہوئی کہ مجھے یہاں حاضر ہونا چاہیے جس پر سوچ رہا تھا کہ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا کوئی Regular consistent reader بھی نہیں ہوں میں نے انہیں باقاعدگی سے پڑھا بھی نہیں البتہ Casual Reader کے طور پر جو ہاتھ میں چیز آئی دیکھ لی پسند آئی تو زیادہ توجہ کے ساتھ دیکھ لی پھر بھاری پتھر سمجھ کر رکھ دیا کہ مجھ سے نہیں اٹھایا جا سکتا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی رحلت کے بعد ہم اُن کی طرف زیادہ متوجہ ہوئے ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے بلامبالغہ ایک درجن کے قریب ان پر ایم اے، ایم فل، Ph.D کے مقالات لکھ دیئے گئے اس صورتحال میں کیا پدّی کیا پدّی کا شوربہ بہرحال ایک حکم کی تعمیل پر میں یہاں آیا اور اپنے دوست ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب سے کہا میں کیا نئی بات کروں گا جو میرے احباب کو معلوم نہ ہو بس دہرائی ہو جائے گی ایک وہ باتیں جو آپ جانتے ہیں۔ میں انہیں دہرادوں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا تعارف:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں دنیا میں آئے وہ 19 فروری 1908ء میں پیدا ہوئے تھے اور 17 دسمبر 2002ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اس span of life میں انھوں نے بہت محنت کی، بہت کچھ حاصل کیا اور اُتنا ہی انہوں نے امت مسلمہ کو واپس بھی کیا۔ خوشی کی بات ہے کہ لاہور ہی وہ شہر ہے جس میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں اور اُن کی یادیں تازہ کر رہے ہیں۔ جس نے پہلی بار ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحریر کو چھاپا تھا جولائی 1924ء میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ایک مضمون لکھا۔ ظاہر ہے 16 سال کی عمر کا نوجوان جو کچھ لکھ سکتا ہے اسی سطح پر اس کا جائزہ لینا چاہئے "مدراس کی سیر" کے نام سے لاہور سے چھپنے والے ہفت روزہ "نونہال" میں انھوں نے یہ مضمون لکھا تھا۔ بہر حال لاہور کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں یہاں جو بیداری، جو ہلچل پیدا ہوئی تھی بیسیوں مجلات اور جرائد شروع ہوئے تھے۔ ان جرائد کے نتیجے میں پورے ہندوستان کے اہل علم اور خاص طور پر اردو سے خصوصیت رکھنے والے لاہور کی طرف دیکھتے تھے اور نونہال "کو جن کی شاید آج ہم فائل تلاش کرنا چاہیں تو وہ بھی شائد آسانی سے دستیاب نہ ہو۔ تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی اپنی بنائی ہوئی لسٹ کے مطابق جولائی 1924ء میں ان کی پہلی تحریر "لاہور نونہال"[1] نے چھاپی تھی۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے مدراس[2] کی سیر کیوں لکھی؟

ڈاکٹر محمد حمید اللہ خود تو حیدر آباد میں پیدا ہوئے تھے لیکن حیدر آباد میں وہ خود اپنے خاندان کی دوسری نسل تھے ان کے والد گرامی مدراس سے یہاں منتقل ہوئے تھے ان کے کچھ اور عزیز و اقارب

---

[1] مدراس کی سیر: ہفتہ وار نونہال، لاہور- جلد اول، ص 8-7، مطبوعہ 1924ء؛ شہر حیدر آباد کی سیر: ہفتہ وار نونہال، لاہور- جلد 3، ص 3 بعد 29، مطبوعہ 1924ء

[2] چنائی (سابقہ نام: مدراس) بھارت کی ریاست تامل ناڈو کا دار الحکومت اور ملک کا چوتھا بڑا شہر ہے۔ یہ دنیا کا 34 واں عظیم ترین شہر ہے۔ یہ جنوبی ہند کا بابِ داخلہ ہے۔ چینائی کا مرینہ ساحل دنیا کے سب سے طویل ساحلوں میں سے ایک ہے۔ اس شہر کو برطانوی دور حکومت میں مدراس کے نام سے جانا جاتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی حیدر آباد گئے تھے لیکن اصلاً وہ آر گاڑھ کے رہنے والے تھے اور وہیں ان کے خاندان نے نام بھی کمایا اور علمی و دینی خدمات بھی انجام دی تھیں۔

"مدراس کی ایک سیر"

کا کریڈٹ بہر حال لاہور کو جاتا ہے اور کیا ہی یہ اچھی بات ہے کہ آج لاہور کے اہل علم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے زندگی ان کی خدمات، ان کی دلچسپی کے موضوعات پر کام کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا کردار بطور طالب علم:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ خود کیسا طالب علم تھا؟ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ذہن میں رکھنی چاہئیے کہ اسلامیات اور اسلامیت "کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ اگر ہم مطالعہ اسلامیات کر لیں۔ اسلامیات کے عالم بن جائیں لیکن زندگی میں اسلامیت نہ آنے پائے تو ہم نے کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔

تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنے ہم عصروں میں اُن علماء میں اور ان اہل علم میں شامل ہوتے ہیں جن میں مطالعہ اسلام بھی بدرجہ اتم تھا اور اس ساتھ ساتھ زندگی میں اسلامیت کا رجحان بھی بہت غالب دکھائی دیتا ہے۔ جو وہ پڑھنا چاہتے تھے جو وہ کہتے رہے ہیں اس کے مطابق ان کی زندگی ڈھلی ہوئی تھی تو اسلام- اسلامیات اور اسلامیت کا بڑا گہرا تعلق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی زندگی میں دکھائی دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی ابتدائی تعلیم اور مدرسہ نظامیہ:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بنیادی طور پر جدید تعلیم کے فرد اور پروردہ نہیں تھے بنیادی طور پر وہ مدرسی آدمی تھے۔ انھوں نے اپنی تعلیم کا آغاز مدرسہ نظامیہ حیدر آباد[1] سے کیا لیکن جدید سے دُور بھی نہیں

[1] جامعہ نظامیہ ہندوستان میں درس نظامی کی تعلیم کا منفرد و معتبر قدیم و عظیم ادارہ ہے۔ اس کی بنیاد شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی ملقب فضیلت جنگ (یہ لقب انہیں نظام دکن کی طرف سے دیا گیا) نے حیدر آباد، بھارت میں 1876ء میں رکھی۔ نواب میر عثمان علی خان (حیدرآباد کے نظام ہفتم) کے دور میں اس نے خوب ترقی کی۔ 146 سال سے زیادہ عرصہ سے جامعہ نے فقہ اسلامی اور علوم اسلامی کی متصل خلافت یعنی اجازت اور اسناد کے ذریعے حفاظت کی ہے جو 14 صدیوں پہلے مختلف علماء کے واسطے سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جاملتی ہے۔ انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران میں جامعہ نظامیہ کے اساتذہ کے تحقیقی کام کا ہی نتیجہ تھا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ وہ پڑھتے تو مدرسہ نظامیہ کا نصاب تھے اور جو یقیناً ہماری روایت پر مبنی تھا اور اس میں جدیدیت نہ ہونے کے برابر ہوگی، اگر تھی تو۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انھوں نے خود لکھا ہے:

"میں مدرسہ نظامیہ میں پڑھتا تھا اور اپنے گھر والوں کو بتائے بغیر میں نے میٹرک کا امتحان بھی دے دیا تھا۔ تو یوں سمجھ لیجیے ایک شخص جو مدرسے میں پڑھتا ہے اپنے خاندان کو بتائے بغیر وہ جدید سے بھی واقف ہونا چاہتا ہے اور میٹرک کا امتحان بھی انھوں نے دے دیا اور اس میں وہ کامیاب بھی ہو گئے اور زندگی کی گاڑی آگے چلتی رہی اور اسی طریقے سے وہ ترقی پر ترقی پاتے چلے گئے۔"

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا مختلف زبانوں پر عُبور:

کبھی کبھی ذہن میں آتا ہے کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ جو چھ سات زبانیں جانتے تھے اور اس حد تک جانتے تھے کہ ان میں تصنیف و تالیف کر سکتے تھے شاید اللہ تعالیٰ نے انھیں وہ مواقع فراہم کیے کہ ہندوستان سے یا پھر پاکستان کے توسل سے یورپی دنیا میں گئے فرانس میں مقیم ہوئے تو شاید فرانسیسی وہاں جاکر سیکھی ہوگی۔ تُرکی کی جامعات نے انھیں اپنے ہاں لیکچرز کے لیے بلانا شروع کیا تو وہاں جاکر شاید ترکی سیکھی ہو۔ لیکن بہت عجیب بات ہے کہ انھوں نے اپنی طالبعلمانہ زندگی کے واقعات نقل کرتے ہوئے کہا ہے:

"میں جب طالب علم تھا اور تقسیم اسناد کے ایک موقعے پر میرے استادِ گرامی نے "راجا کرشن پرشاد شاد"[1] کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ طالب علم ہے جو فرانسیسی اور ترکی زبان جانتا ہے"۔

ریاست حیدرآباد برصغیر کی علمی سرگرمیوں کے مرکز کے طور پر کام کرتی رہی۔ برصغیر اور خصوصاً دکن کی اسلامی تاریخ میں جامعہ کا بڑا کردار ہے۔

[1]۔ مہاراجا پیشکار سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت، جی سی آئی ای (1 جنوری 1864ء – 13 مئی 1940ء) ریاست حیدرآباد کے دوبار صدر المہام (وزیر اعظم) رہے۔ پہلی مرتبہ 1901ء سے 1912ء تک اور دوسری مرتبہ 1926ء سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

تو اس سے لگاؤ نظر آتا ہے کہ یہ ذِین یورپ کے رہائش کی نہیں تھی۔ یورپ جانے کے بعد نہیں تھی بلکہ حیدر آباد دکن میں رہتے ہوئے ایک مدرسی آدمی مدرسے میں رہنے کے باوجود میٹرک بھی کرتا ہے اور فرانسیسی اور ترکی زبان میں کچھ نہ کچھ حاصل کرلیتا ہے تو یہ کمال اس شخصیت کا ہے کہ علم کے دروازے تبھی کھلتے ہیں کہ جب میں اور آپ زیادہ سے زیادہ زبانیں جانیں۔ ان میں سے کسی زبان کو "لغۃ الکافرون" کہہ کر نظر انداز نہ کریں اس لیے کہ علم جہاں بھی ہے اسے حاصل کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی پسندیدہ کتب:

لغۃ الکافرون کے ساتھ ہی یہ یاد آتا ہے کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے پوچھا گیا آپ نے کیا پڑھا ہے؟ آپ کی پسندیدہ کتابیں کون سی ہیں؟ تو انھوں نے کہا ہے۔

میرے نزدیک قرآن وحدیث کے علاوہ دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس کی ہر چیز قابل قبول ہو یا سبھی چیز میں قابل نفرت ہوں۔ میں نے دوستوں کو بھی پڑھا ہے، دشمنوں کو بھی پڑھا ہے اور اس اصول "خُذْ ما صَفا وَدَعْ ما كَدِر"[1] (پکڑ وہ شے جو ہر شے کی قسم کی کدورت سے پاک ہو اور

1937ء تک صدر المہام رہے۔ مہاراجا کے بعد سر وقار الامرا صدر المہام مقرر ہوئے۔ مہاراجا کشن پرشاد کو جنوری 1903ء میں نائٹ کا خطاب ملا اور 1910ء میں جی سی آئی ای (GCIE) مقرر ہوئے۔

[1] علامہ ابن درید لغوی نے اپنی مشہور لغت کی کتاب "جمہرۃ اللغۃ" میں (کدر) کا معنی بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ کدر یہ صفو کا ضد ہے کہا جاتا ہے: کدر الماءیکدر کدراً وکدوراً وکدرۃً۔یعنی پانی کے گندلا ہوجانے کیلئے کدر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اسی سے عربوں کا مشہور محاورہ ہے: خذ ما صفا ودع ما کدر۔ چنانچہ لغوی اعتبار سے پتہ چلتا ہے کہ پانی اصلاً صاف ہوتا ہے البتہ اس میں گردوغبار آجانے سے گندلا ہوجانے پر بولا جاتا ہے : صاف پانی گندلا ہوگیا۔اسی طرح اگر خوشیوں سے پرکیف فضا اور ماحول کو کوئی کچھ غلط بات کرکے بدل دے تو بولا جاتا ہے کہ اس نے ماحول مکدر کردیا۔ عباسی شاعر کشاجم نے کہا: خذ من

زمانک ما صفا ودع الذی فیه الکدر　　فالدہر أقصر من معا تبة الزمان علی الغِیَر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

چھوڑے دے اس چیز کو جو مکدّر ہو) مقولہ۔ معقول بات اختیار کرو، اور بری بات ترک کرو) کے تحت میں نے اپنوں سے بھی استفادہ کیا ہے، اپنے دشمنوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ جب وہ اتنی زبانیں جانتے ہیں تو ان زبانوں میں جو لٹریچر تھا اپنی استطاعت کے مطابق اور جو وقت انھیں ملتا تھا اس سے وہ استفادہ کرتے رہتے تھے اور چیزیں سامنے آیا کرتی تھیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا وجود بطور عالم:

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ بطور ایک بہت عالم کیسے وجود میں آے اولاً انھوں نے علم کے حصول میں بیریئرز (Barriers) قائم نہیں کیے، کوئی حدود نہیں بنائیں کہ یہ میرے لیے قابل دخول علاقہ ہے اور میں اس علاقے میں ہی گھوموں پھروں گا۔ انھوں نے دشمنوں اور دوستوں دونوں کو پڑھا اور پڑھا کیسے؟ پڑھا اس طرح کہ غیر جانبدارانہ ذہین پیدا کر لیا جائے۔ ہم سب جانتے ہیں کے ڈاکٹر محمد حمید اللہ مسلکاً اولاً جداً وہ شافعی المسلک تھے لیکن کیا حیرت نہیں ہوتی کہ انھوں نے امام شافعی رحمہ اللہ[1] پر تو بہت کم لکھا ہے نہ ہونے کے برابر لکھا ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ[1] کی قانون کی تدوین

ترجمہ: اپنے زمانے کی اچھی باتیں لے لو اور جس کے اندر خرابی آگئی ہو اسے چھوڑ دو۔کیونکہ زمانہ اب غیرت واقدار پر ملامت کرنے میں بہت پیچھے ہے۔یعنی خود ہی سنبھل سنبھل کر قدم رکھو کیونکہ خیر خواہوں کا زمانہ جاتا رہا۔

عثمانی شاعر ابن علوی الحداد نے کہا: خذ ما صفا ودع الکدر وکلِ الآمورَ اِلی القدر۔ترجمہ: "اچھی چیزیں لے لو اور خراب چیزیں چھوڑ دو اور تمام معاملات کو تقدیر کے حوالے کردو۔" مذکورہ وضاحت سے پتہ چلا کہ اصلاً کسی چیز کا پاک یا صاف ہونا ہے، بلکہ اسکا تناسب ناپاکی اور گندلے پن سے کہیں زیادہ ہے۔لہذا یہ محاورہ ایسے ہی موقعوں کیلئے مستعمل بھی ہوتا ہے کہ نیکی اور صفائی کا عنصر جس شخصیت کے اندر زیادہ ہو اسی کے بارے میں کہا جائے گا کہ اسکی اچھی باتوں کو لے لو بُری باتوں کو چھوڑ دو۔نہ کہ ایسے شخص کیلئے بولا جائے گا جس کے اندر گندگی ہی گندگی ہو۔

[1] آپ کا نام محمد بن ادریس ہے شافع بن سائب بن عبید بن عزیز بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ غزہ (فلسطین) میں ۱۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مکہ بغداد سے ہوتے ہوئے مصر گئے اور وہیں ۲۰۴ ہجری میں وفات پائی۔ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ پر اور امام شیبانیؒ[2] پر اور سرخسیؒ[3] پر زیادہ کام کیا ہے اور اس طرف زیادہ توجہ دلائی ہے۔ یعنی شافعی ہوتے ہوئے بھی انھوں نے شوافع اور احناف کے اختلافات کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی ان دونوں کے درمیان جو قدر و منزلت کا رشتہ طے کیا ہے وہ ایک غیر جانبدار ایک مسلم اور صاحب علم

کتاب اللہ سنت رسول ﷺ آثار صحابہ کے ساتھ ساتھ لغت، عربی اور شعر میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے فقہ کے اصول مدون کیے۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں: کتاب المبسوط فی الفقہ، کتاب الرسالۃ، کتاب الأم، کتاب احکام القرآن۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے۔ ابن خلّکان، وفیات الاعیان، ج ۴، ص ۱۶۳، ابن الندیم، الفہرست، ص ۲۶۳

[1] آپ کا نام نعمان بن ثابت بن زُوطی ہے، مشہور قول کے مطابق آپ کے دادا زُوطی اہل کابل (افغانستان) میں سے تھے، تابعین میں سے ہیں، ولادت ۸۰ ہجری میں ہوئی، چار صحابہ کرام ؓ سے ملاقات ہوئی، جن کے نام انس بن مالک، کوفہ کے عبداللہ بن ابی اوفیٰ، مدینہ کے سہل بن سعد الساعدی، اور مکہ کے ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں، آپ صاحب زہد وورع تھے اور حدیث و فقہ کے امام تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۵۰ ہجری میں کوفہ میں ہوئی۔ آپ کی مشہور کتب درج ذیل ہیں۔ کتاب الفقہ الاکبر، کتاب رسالۃ الی البسیّ، کتاب العالم والمتعلم، دیکھئے: ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۵/۴۰۵؛ ابن الندیم، الفہرست، ص ۲۵۵

[2] امام محمد بن الحسن الشیبانی، 189ھ 805ء کے کردار اور دوسرے مذاہب فقہ پر اثرات کے جائزہ کیلئے محمد الدسوقی کی کتاب تدوین الفقہ الحنفی واثرہ فی تدوین فقہ المذاہب، الدراسات الاسلامیہ، عدد خاص عن الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان ؒ، العدد الاوّل والثانی المجلد السابع الثلاثون ینایر یونیو 2002م مجمع البحوث الاسلامیہ، اسلام آباد ص259۔ امام شیبانی امام محمد بن ادریس الشافعی (204ھ/820ء) کے استاد تھے اور امام محمد بن ادریس الشافعی ؒ نے ان سے بہت کچھ سیکھا (ابن عبدالبر الاشفاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء مکتبۃ القرشی 69)

انہوں نے اہل کوفہ اور اہل شام کی بحث کا بہترین خلاصہ بھی کتاب کی صورت میں پیش کیا ہے۔ پہلے وہ امام ابو حنیفہ ؒ کی رائے کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد اس پر امام اوزاعی ؒ کی تنقید کا ذکر کرتے ہیں پھر وہ اس کے جواب میں امام ابو یوسف ؒ کی رائے پیش کرتے ہیں اور آخر میں اس پوری بحث پر اپنی رائے دیتے ہیں۔ امام شافعی ؒ کی کتاب الام میں سیر کے متعلق جزئیات، کتاب الجزیہ، کتاب قتال اھل البغی واھل الردۃ، کتاب السبق والنضال، کتاب الحکم فی قتال المشرکین ومسألۃ مال الحربی کے عناوین کے تحت پائے جاتے ہیں۔

[3] آپ کا نام ابو بکر محمد بن احمد بن سہل ہے۔ آپ کی کنیت ابو بکر اور لقب شمس الائمہ ہے۔ آپ حنفی اور مجتہد ہیں۔ آپ کا تعلق سرخس سے ہے۔ آپ کی وفات 483 ہجری میں ہوئی۔ [ابوالوفا محمد بن محمد، الجواہر المضیۃ، میر محمد کتب خانہ کراچی، 2/28، احمد بن مصطفی، مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 2/55، الکنی و الالقاب، شیخ عباس القمی، طبعۃ انتشارات بدار قم ایران، 2/282]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی پہچان ہوتی ہے۔ اور اس پہچان کی کیا کیفیت ہے؟ پدرم سلطان بود، میرے والد نے بڑا کارنامہ سر انجام دیا تھا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا خاندان اصحاب علم کا خاندان تھا ان کے خاندان نے بڑے لوگ پیدا کیے ہیں۔ ان کے دادا مرحوم بدر الدولہ[1] جن کا نام محمد صبغۃ اللہ تھا۔ محمد صبغۃ اللہ بدر الدولہ نے سیرت پر ابتداء میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے ایک کتاب "فوائد بدریہ"[2] ہے اور اس دَور کی کتابوں کا سیرت پر لکھی گئی کتابوں کا جائزہ لیں تو شاید ہم "فوائد بدریہ" کو نظر انداز نہیں کر پائیں گے۔ اس لیے کہ زیادہ کتابیں ملتی نہیں ہیں لکھی نہیں گئی تھیں۔ جزوی طور پر معراج نامے لکھے گئے مولود نامے لکھے گئے۔ وفات نامے لکھے گئے لیکن پوری زندگی کو دیکھنے کی یا منظم کرنے کی روایات نہیں تھیں فوائد بدریہ بار بار چھپی ہے۔

---

[1] قاضی بدر الدولہ (ولادت 1211ھ :وفات 1280ھ) جن کا اصل نام مولوی محمد صبغۃ اللہ تھا جنہیں دربار ارکاٹ سے بدر الدولہ کا خطاب ملا تھا۔ قاضی بدر الدولہ غلام غوث خان والا جاہ کے دور میں ریاست کرناٹک میں قاضی القضاۃ تھے ان کا تعلق محمد باقر آگاہ کے خاندان سے تھا۔ انہوں نے عربی فارسی اردو میں بہت سی تصنیفات کیں اردو میں ان کی تصنیفات کی تعداد 13 ہے جو تفسیر، فقہ، عقائد، مناسک اور سیرت کے موضوع پر ہیں۔ البتہ سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی کتاب فوائد بدریہ نے انہیں زندگی دوام بخش دی۔ (اردو نثر میں سیرت رسول، صفحہ 260، ڈاکٹر انور محمود خالد، اقبال اکیڈمی پاکستان لاہور 1989ء)

[2] فوائد بدریہ قدیم اردو (دکنی) میں لکھی گئی تیرھویں صدی کے وسط میں لکھی گئی سیرت پر کتاب ہے۔ فوائد بدریہ 1255ھ / 1839ء میں لکھی گئی یہ ایسی سیرت کی کتاب تھی جس نے شہرت و مقبولیت میں جنوبی ہند میں تمام کتابوں کو پیچھے چھوڑ دیا یہ قدیم اردو (دکنی) میں نثر میں لکھی گئی سب سے آخری کتاب ہے۔ یہ کتاب مدراس، بمبئی اور بنگلور سے کئی مرتبہ شائع ہوئی۔ اب اس کا اچھا ایڈیشن انجمن اصلاح العشیرہ کے زیر اہتمام شمس المطابع مشین پریس عثمان گنج حیدر آباد دکن سے شائع ہوا ہے۔ یہ کتاب عربی کی سیرت کی کتابوں کا نچوڑ اور خلاصہ ہے اس کے محرک نواب محمد منور خان اعظم جاہ بھی تھے جن کی خواہش پر یہ تحریر ہوئی یہ کتاب ایک رسالہ کی شکل میں فارسی میں تحریر ہوئی اسے دیکھ کر نواب اعظم جاہ نے تفصیل سے لکھنے کو کہا لیکن اس کے مکمل ہونے سے پہلے نواب صاحب انتقال کر گئے جب ان کے فرزند تخت نشین ہوئے تو قاضی بدر الدولہ نے اسے فارسی کی بجائے اردو (جسے وہ ہندی زبان کہتے ہیں) میں لکھی اور اس کا سبب بتایا کہ عوام الناس کو سیر واحوال سے آگاہ کرنا ہے۔ (ڈاکٹر انور محمود خالد، اردو نثر میں سیرت رسول، اقبال اکیڈمی لاہور، 1989ء، صفحہ 262)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں اس دور کے تقاضوں کے مطابق بہت سی باتیں ہوں گی اور اس دَور کے مطابق وہ بہت درست ہوگی اور لوگوں میں جوش و جذبہ پیدا کرتی ہوں گی۔ جس سے لوگ بہت اچھے مسلمان بنتے ہوں گے لیکن تحقیق کی کسوٹی پر ان روایات کی کوئی اہمیت نہیں بنتی تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی اپنی تالیفات کو جو سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی ہیں اور فوائد بدریہ جو ان کے داداجان کی کتاب ہے ان کا مقابلہ کرکے دیکھیئے تو محسوس یہ ہوتا ہے کہ سچے صاحب علم کے طور پر کس بات کو قبول کرنا ہے اور کس بات کو قبول نہیں کرنا اس کی کسوٹی کیا ہونی چاہیے۔ اسی غیر جانب داری کا نتیجہ ہے کہ ہم بالعموم اور ہمارے خطے میں شاید ٪95 افراد کا اور اصحاب قلم کا روّیہ یہ ہے کہ مستشرقین اسلام کے دشمن ہیں۔ اسلام کے خلاف ہیں بہت ہی بدباطن ہیں اور ان کا ظاہر بھی اسلام کے خلاف سازشوں میں لگا رہتا ہے لہذا یہ قابل ہے ان کی چیزیں مت پڑھی جائیں ان سے دور رہا جائے ان سے کسی خیر کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ یقیناً یہ جو رائے قائم ہوئی ہے اس میں اُن متعصب اہل علم جو یورپ میں رہتے ہیں ان کا حصہ ہے اس رائے کو بنانے میں ان کی تالیفات اور ان کی تحریروں نے حصہ لیا ہے لیکن یہ بات سو فیصد (100) درست نہیں ہے۔ اگر وقت ضائع نہ ہو تو اس کی دو مثالیں اسطرح دی جاسکتی ہیں:

یورپ کے اہل علم کو اہل علم نا کہیے بلکہ اہل قلم۔ یہ بات ان کے پیش نظر رہی ہے کہ مسلمانوں کو علم کا دشمن ثابت کیا جائے کہ مسلم امت علم دشمن ہے اور اس کے لیے ابتداءً میں یہ مثال دی جاتی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مصر فتح[1] ہوا یا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب ایران پر فتح[2] حاصل کرلی تو ان لوگوں نے قبضہ کرنے کے ساتھ ہی کئی کتب خانے جلائے اور کتب

[1] مصر 20 ہجری میں فتح ہوا۔

[2] قادسیہ اور نہاوند کی لڑائی کے بعد عرب مسلمانوں نے ایران پر قبضہ کرلیا یوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران فتح ہوگیا۔ ایران میں ساسانی سلطنت بھی اپنے انجام کو پہنچی۔ اس کے ساتھ ہی زرتشتیت کا ایران سے خاتمہ ہوگیا۔ ایران کی ساسانی سلطنت کئی دہائیوں سے اپنے دشمنوں کے ساتھ نبرد آزما تھی جس کی وجہ سے اس نے اپنی افرادی قوت کھو دی تھی۔ سیاسی انحطاط وجہ سے سلطنت مزید کمزور ہوگئی۔ عرب مسلمانوں نے ۶۳۳ء میں بین النہرین پر خالد بن ولید کی سربراہی میں حملہ کیا۔ بین النہرین ساسانی سلطنت کا سیاسی اور ثقافتی گڑھ تھا۔ دوسری مرتبہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

www.KitaboSunnat.com

خانہ اسکندریہ[1] کو بھی جلا دیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے اور یہ روایات ہمارے بزرگوں سے بھی منقول ہیں ہمارے توراث میں بھی یہ روایات دی جاتی ہیں کہ:

کی سربراہی میں ۶۳۶ء میں حملہ کیا گیا جو قادسیہ کی لڑائی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساسانی سلطنت کا مغربی ایران پہ قبضہ ختم ہو گیا۔ ۶۴۲ء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساسانی سلطنت پر قبضے کا حکم دیا اور ۶۵۱ء تک عرب مسلمانوں نے اسے مکمل فتح کر لیا۔

[1] کتب خانہ اسکندریہ کی بنیاد بطلیموسی فرمانروا سوتر اول نے اسکندریہ کے مقام پر رکھی لیکن اس کے بیٹے فیلا دیلفوس (Philadelphus) کی علم پروری اور کتابوں سے دلچسپی نے کتب خانہ اسکندریہ کو جلد ہی اس قابل بنا دیا کہ ایتھنز کی علمی وثقافتی مرکزیت وہاں سمٹ آئی۔ اصحاب علم وفضل دور دور سے اس علمی مرکز کی طرف جوق در جوق کھنچے چلے آتے تھے۔ کتب خانہ اسکندریہ کا قیام بھی نینوا کے کتب خانہ کی طرح شاہی سرپرستی میں عمل میں آیا۔ اگرچہ دونوں کتب خانوں کے قیام کا درمیانی وقفہ چار صدیوں پر محیط ہے لیکن ان دونوں کتب خانوں میں بعض امور میں کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ باوجود مطالعاتی مواد میں اختلاف (نینوا کا کتب خانہ جو کتب خانہ اشور بنی پال کے نام سے جانا جاتا ہے اس میں الواح سفالی یعنی مٹی کی تختیوں پر لکھا جاتا تھا اور اسکندریہ کے کتب خانے میں قرطاس مصری پر) ماہرین نے کہا ہے کہ ان دونوں کی اندرونی تنظیم، مواد کی درجہ بندی اور کتب کی پیداوار کے طریق کار میں کافی حد تک مطابقت موجود ہے۔ یہ کتب خانہ ایک کثیر المقاصد عجائب گھر میں قائم کیا گیا تھا جو رصد گاہ، ادارہ علم الابدان، ادارہ نشر و اشاعت اور کتب خانہ کی عمارت پر مشتمل تھا۔ مورخین کے نزدیک اس علمی ادارے کو دنیا کی سب سے پہلی جامعہ یا سائنسی اکادمی ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

اہل علم کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ "جب مصر کا شہر اسکندریہ فتح ہوا تو وہاں پر بطلیموس کا عظیم کتب خانہ تھا جسے آپ رضی اللہ عنہ کے حکم پر فاتح مصر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جلا کر راکھ کر دیا"۔ طارق بن زیاد کے واقعے کے برخلاف اس واقعے کی تحقیق آج سے 100 سال پہلے برصغیر کے ایک نامور مؤرخ علامہ شبلی نعمانی ؒ نے کی۔ میری معلومات کے مطابق اس مفصل انداز میں ان سے پہلے نہ ان کے بعد کسی نے اس واقعہ کی تفصیلات پیش کیں۔ ان کے مضمون کا نام "اسکندریہ کا کتب خانہ" ہے، تفصیلی تردید کے طلب گار اس کی جانب رجوع کریں، میں اپنی بحث صرف ان حوالوں کی تک رکھوں گا جن میں یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کا نہ کوئی عینی شاہد اور نہ ہی قدیم ماخذ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ مصر کی فتح کے ذکر کے تحت مسلمان تو ایک طرف اس دور کے بازنطینی ماخذوں میں بھی کسی کتب خانہ کے جلنے کا ذکر نہیں آیا۔ اسکندریہ سیدنا عمرو بن العاص رضہ اللہ عنہ نے 20 ہجری یا 641 عیسوی میں فتح کیا۔

اس فتح کا سب سے قدیم ترین ماخذ "یوحنا نیقیوس" ہے جو اسکندریہ کا راہب تھا اور اس فتح کے وقت وہاں موجود تھا لہٰذا اس کی حیثیت ایک عینی شاہد کی ہے۔ اس نے اپنی تاریخ میں مسلمانوں پر مکمل تفصیل سے لکھا لیکن کسی کتب خانہ کے جلانے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقعہ اس نے بیان نہیں کیا۔ جب یوحنا نیقیوس نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ نہیں لکھا تو پھر سوال یہاں ابھرتا ہے کہ پھر یہ واقعہ آیا کہاں سے؟ تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ اصل میں یہ واقعہ کل ملا کر صرف چار کتابوں میں آیا ہے۔ جس کسی نے اسے آگے بیان کیا، اس کا ماخذ انہی چار میں سے کوئی نہ کوئی کتاب ہوتی ہے۔ اس میں دلچسپ بات یہ ہے کہ اصل ماخذ صرف 2 ہی ہیں، باقی کے 2 فقط ناقل ہیں۔ پہلا اور سب سے قدیم حوالہ عبداللطیف بغدادی کا دیا جاتا ہے جو کہ ساتویں صدی ہجری کا مؤرخ ہے (علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ اسے مؤرخ ماننے کو تیار نہیں)۔ اس کی کتاب کا نام "کتاب الافادۃ والاعتبار" ہے۔ یہ کتاب اصل میں عبداللطیف بغدادی کا سفر نامہ مصر ہے۔ اس کے صفحہ 98 پر عبداللطیف بغدادی اسکندریہ کے ایک ستون کے بارے میں کہتا ہے کہ یہاں ارسطو درس دیا کرتا تھا اور اسی کے قریب بطلیموس کا کتب خانہ تھا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر جلا دیا گیا تھا۔ عبداللطیف بغدادی لکھتے ہیں "یذکر" یعنی "ذکر کیا جاتا" ہے۔ اب ساتویں صدی ہجری کا مؤرخ 580 سال پرانا واقعہ بیان کر رہا ہے "ذکر کیا جاتا ہے" کہہ کر۔ بس اتنا کافی ہے اس کے جھوٹا ہونے کے لیے۔ قائداعظم کو اس دنیا سے گئے 100 سال نہیں ہوئے پھر بھی ان کے تعلق سے کوئی بات کی جائے تو اس کا پورا حوالہ دیا جاتا ہے یہاں تو 580 سال کا فاصلہ ہے۔ یہی وجہ ہے بیشمار مستشرقین بھی اس کی تردید پر مجبور ہو گئے، جن میں سے سب سے بہترین تردید میرے نزدیک" فلپ کے ہٹی" کی ہے انہوں نے اپنی کتاب" ہسٹری آف عرب" میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: یہ کہانی کہ کتب خانہ اسکندریہ خلیفہ عمر کے حکم سے برباد کیا گیا اور شہر کے لاتعداد حماموں کی بھٹیاں 6 ماہ تک کتب خانہ کی کتابوں کو جلا کر گرم کی جاتی رہیں' ان فرضی قصوں میں سے ہے جو اچھی کہانی مگر بری تاریخ بناتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بطلیموس کا عظیم کتب خانہ اسلام سے بہت پہلے 48 ق م میں جولیس سیزر کے ذریعے جلایا جا چکا تھا۔ ایک اور کتب خان جو مذکورہ کتب خانے کا ذیلی کتب خانہ تھا وہ تھیوڈوسیس (Theodosius) کے حکم سے 389 عیسوی میں جلادیا گیا۔ اس لئے عرب فتح کے وقت کوئی قابل ذکر کتب خانہ اسکندریہ میں موجود نہ تھا۔ عبداللطیف البغدادی جس کی وفات 1231 عیسوی میں ہوئی، بظاہر پہلا شخص ہے جس نے بعد کے زمانہ میں اس فرضی قصہ کو بیان کیا ہے، اس نے کیوں ایسا کیا، اسکا ثبوت کیا تھا، ہم نہیں جانتے۔ تاہم اسکا بیان بعد میں نقل کیا گیا اور بعد کے مصنفوں نے اسکو بڑھا چڑھا کے پھیلایا۔ (Philip k. Hitti, History of the Arabs, London, 1970, page 166)

بہت سے عیسائی مصنفین نے اس اک غیر مستند روایت کی بنیاد پر مسلمانوں پر علم دشمنی کا الزام لگایا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کام وہی کتب خانوں کے ساتھ شروع سے کرتے آرہے ہیں، اس کتب خانے کے علاوہ بھی جب بھی انہیں اقتدار ملا انہوں نے مسلمانوں کے کئی عظیم کتب خانے جلائے، تاریخ اسلام کے تلخ حقائق میں سے ایک دردناک حقیقت عیسائیوں کے ہاتھوں کتب خانوں کا نذر آتش ہونا بھی ہے جس کے باعث میراثِ اسلامی اور علوم شریعت کا کثیر حصہ دنیا سے مفقود ہو گیا۔ 503ھ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرابلس (لیبیا) پر عیسائیوں نے قبضہ کیا تو وہاں کے کتب خانوں کو جلا دیا۔ صلیبی جنگوں کے دوران عیسائیوں نے مصر، شام، سپین اور دیگر اسلامی ممالک کے کتب خانوں کو بری طرح جلا کر تباہ وبرباد کر دیا۔ ان کتب کی تعداد تیس لاکھ سے زائد تھی۔۔ سپین میں عیسائی غلبے کے بعد وہاں کے کتب خانے جلا دیئے گئے۔ قاضی ابن عمار نے طرابلس میں عالیشان کتب خانے کی تاسیس کی جس میں ایک لاکھ سے زائد کتابیں تھیں۔ یہ کتب خانہ صلیبی جنگوں کے دوران برباد کر دیا گیا۔

عبداللطیف سے اس حوالے کو امام تقی الدین المقریزی (وفات 845 ہجری) نے اپنی کتاب "المواعظ و الاعتبار بذکر الخطط و الاثار" جلد 1 صفحہ 296۔297 پر نقل کیا۔ یہ دوسرا ماخذ ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اسکندریہ کی فتح کے ضمن میں وہ یہ واقعہ نہیں لائے جہاں اسے آنا چاہیے تھا۔ لہٰذا اصل حوالہ ایک ہی ہے۔ دوسرا حوالہ امام قفطی (وفات 646 ہجری) کی کتاب "اخبار العلماء باخبر الحکماء" کے صفحہ 265۔266 سے پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں پر امام قفطی نے ایک عیسائی فلسفی "یحییٰ النحوی" کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص کو یحییٰ النحوی نے کہا کہ اسکندریہ میں کتب خانہ ہے، جو کتابیں آپ کو نہیں چاہئیں ہمیں دے دیں، اس پر حضرت عمرو نے حضرت عمر فاروق سے پوچھا تو انہوں نے حکم دیا سارا کتب خانہ جلا دو۔ تو حضرت عمرو نے اسے جلانا شروع کیا تو چھ مہینے اسے جلاتے رہے، یعنی چھ مہینے انہیں لگ گئے کتب خانہ جلانے میں۔ قطع نظر اس کے کہ امام قفطی 600 سال پہلے کا واقعہ بغیر حوالے کے بیان کر رہے ہیں، جس شخص کا یہاں ذکر ہوا ہے وہ شخص بھی مجہول ہے۔ یعنی جس "یحییٰ النحوی" کا عمرو بن العاص کے ساتھ مکالمہ بیان ہوا ہے اس کا تعین نہیں ہو پایا۔ امام قفطی کے یحییٰ النحوی کے تذکرے کا مدار علامہ ابن ندیم (وفات 385 ہجری) کی کتاب الفہرست پر تھا (ابن ندیم نے کتب خانہ جلانے کا ذکر نہیں کیا) لیکن ابن ندیم نے جس یحییٰ النحوی کا ذکر کیا صفحہ 364 پر اور جو اس کی خصوصیات بتائیں وہ "یحییٰ فلیپونس" نام کے عیسائی راہب سے ملتی ہیں۔ اس کا ثبوت ایک تو خود کتاب میں ہے، دوسرا ابن ندیم کی کتاب کے لاطینی انڈیکس میں بھی "وان گستاؤ" نے اسے یحییٰ فلیپونس لکھا ہے اور اس کے بارے میں خود عیسائی محققین متفق ہیں کہ وہ 570 عیسوی کے بعد زندہ نہیں تھا جبکہ اسکندریہ کی فتح کا واقعہ 641 عیسوی کا ہے یعنی جس شخص کو اس واقعہ کا گواہ بتایا جا رہا ہے، وہ اس واقعہ سے 70 سال پہلے مر چکا تھا۔

امام قُفطی سے یہی حوالہ "غریغوریس ابو الفرج بن ہارون المعروف ابن العبری" (وفات 685 ہجری، جو کہ عیسائی تھا) نے اپنی کتاب "المختصر فی الدول" صفحہ 180۔181 پر نقل کیا جو کہ اس واقعہ کا چوتھا اور آخری ماخذ ہے۔ اس کو "Bar Hebraeus" بھی کہا جاتا ہے۔ ساری عبارت امام قفطی والی ہے لیکن ایک بات اہم ہے، وہ یہ کہ ابن العبری کی یہ کتاب اصل میں ان کی سریانی زبان میں لکھی گئی، تاریخ جس کا نام "Chronicon Syriacum" ہے، کا اختصار ہے۔ اس سریانی کتاب کا انگریزی ترجمہ "والس بج" نے کیا جو "آمسٹرڈم" سے شائع ہوا۔ اس پوری کتاب میں یہ واقعہ کہیں بھی مذکور نہیں۔ اس عربی اختصار میں بھی اصل جگہ یعنی اسکندریہ کی فتح کے مقام پر اس واقعہ کا ذکر موجود نہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر اس واقعہ میں کچھ سچائی ہوتی تو مسلم علماء فقہاء اور محدثین اس واقعے کو خوب بیان کرتے اور اس سے حجت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اسکندریہ میں جو کتب خانہ ہے اسے کیا کیا جائے حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر اس میں وہی کچھ ہے جو قرآن مجید کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے تو یہ ایک بے سود چیز ہے اور۔ اگر اس کے علاوہ یا اس سے مخالف ہے تو ہمیں اس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے لہذا کتب خانہ اسکندریہ جلا دیا گیا تھا:

تو مسلمان علم دشمن ہیں اور یہ بات آج تک بار بار کی تردید کے باوجود اہل علم کی تحریروں کے باوجود بحیثیت مجموعی یورپی فکر میں یہ راسخ کر دی گئی ہے کہ مسلمان علم دشمن ہیں اور Alexandrian[1] Library کو جلانے کا یہ کام امت مسلمہ کے حضرت فاروق اعظمؓ نے انجام دیا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ اُسی طبقے سے وہی Orientalist مستشرقین میں سے ایسے لوگ سامنے آتے ہیں جو تحقیق کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے فتح مصر سے پہلے ہی یہ کتب خانہ جلایا جا چکا تھا اور وہ شخص ایک Orientalist ہے اور ان کا نام Pinto orka ہے اس نے ایک

پکڑتے، کتابیں لکھنے کو ممنوع قرار دیتے جبکہ ہوا اس کے برعکس ہے۔ مسلم امہ کے ہاں لاکھوں کی تعداد میں کتب خانے قائم ہوئے اوف ہر علون فنون پر کتب لکھی گئیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی کوئی حقیقت نہیں۔

[1] Alexandrian Library؛ اسکندریہ، مصر میں اسکندریہ کی عظیم لائبریری، قدیم دنیا کی سب سے بڑی اور اہم ترین لائبریریوں میں سے ایک تھی۔ لائبریری ایک بڑے تحقیقی ادارے کا حصہ تھی جسے Mouseion کہا جاتا ہے، جو فنون کی نو دیویوں، موسیٰ کے لیے وقف تھا۔ اسکندریہ میں یونیورسل لائبریری کا خیال شاید اسکندریہ میں مقیم ایک جلاوطن ایتھنائی سیاست داں ڈیمیٹریس آف فیلیرم نے بطلیمی اول سوٹر کو پیش کیا ہو، جس نے لائبریری کے لیے منصوبہ بندی کی ہو گی، لیکن خود لائبریری غالباً اس وقت تک تعمیر نہیں کی گئی تھی جب تک کہ وہ اسکندریہ میں مقیم تھے۔ اس کے بیٹے بطلیمی II فلاڈیلفس کا۔ لائبریری نے جلد ہی بہت سے پاپائرس اسکرول حاصل کر لیے، جس کی بڑی وجہ بطلیما کے بادشاہوں کی جارحانہ اور اچھی طرح سے مالی اعانت فراہم کرنے والی پالیسیاں تھیں۔ یہ واضح طور پر معلوم نہیں ہے کہ اس طرح کے کتنے طومار کسی بھی وقت رکھے گئے تھے، لیکن تخمینہ اس کی اونچائی پر 40,000 سے 400,000 تک ہے۔

(Murray, S. A., The library: An illustrated history. New York: Skyhorse Publishing 2009, p.17)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب لکھ دی ہے کہ: "کیا وہ شخص جس نے مجھ پر لگے ہوئے الزام کو دھو دیا ہے کیا وہ مستشرق نہیں ہیں؟ وہ مستشرق ہے۔ وہ میرا بھائی نہیں ہے لیکن اس کے علم سے محبت ہے تو علم کے تقاضے میں یہ بات کہنے میں مجبور ہے کہ حقیقت واقعہ کیا ہے۔ تو انھی مستشرقین میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جو مجھ پر لگائے گئے الزامات کا ازالہ کر دیتے ہیں:

مستشرق جارج ابراہیم مکدسی

اسی طرح ماضی قریب کے ایک شخص جارج مکدسی [1] نے آکسفورڈ میں اپنا ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا تھا۔ مقالے کا عنوان یہ مغربی دنیا میں اور اسلامی دنیا میں علمی اِداروں کا جو اِرتقاء ہوا ہے کالجز وجود میں آئے ہیں Pedagogy وجود میں آئی ہے اساتذہ کے آداب وجود میں آئے ہیں آداب المتعلمین وجود میں آئے ہیں اور لباس کیسا ہونا چاہئے، سوال کیسا پوچھا جائے یہ کن کی اختراعات میں تو جارج مکدسی بیت المقدس کا رہنے والا ہے لیکن بہت پکا مسیح ہے اور اس کی کتاب (The rise of colleges) تھیسز پر مبنی ہے وہ کھلے الفاظ میں کھلے دل کے ساتھ یہ credit امت مسلمہ کو دیتا ہے کہ درحقیقت علم کی دنیا میں جامعات کو وجود بخشنے میں اور اُس مطالعے کو عام کرنے میں جو مسلمانوں کا کردار ہے ہم لوگ تو ان کے پیروکار ہیں ہم لوگ تو ان کے پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں۔

---

[1] جارج ابراہم مکدیسی لبنانی نژاد امریکی مستشرق ہیں، جو 15 مئی 1920 کو ڈیٹرائٹ، مشی گن میں پیدا ہوئے۔ ان کا انتقال 6 ستمبر 2002 کو میڈیا، پنسلوانیا میں ہوا۔ وہ مشرقی علوم کے پروفیسر تھے۔ اس نے پہلے امریکہ، پھر لبنان میں تعلیم حاصل کی۔ پھر اس نے 1964 میں فرانس میں پیرس سوربون یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔ انہوں نے 1973 میں یونیورسٹی آف پنسلوانیا میں عربی کے پروفیسر بننے سے پہلے مشی گن اور ہارورڈ یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی۔ وہ 1990 میں اپنی ریٹائرمنٹ تک اورینٹل اسٹڈیز کے شعبہ کے ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز رہے۔ فلاڈیلفیا میں یونیورسٹی آف پنسلوانیا میں مطالعہ۔ جارج مکدیسی کو دنیا میں اعلیٰ تعلیم کے مسائل میں خاص دلچسپی تھی۔ اس نے اصول الفقہ کے مصنف ابو الوفاء ابن عقیل کی تخلیقات کو تین جلدوں میں شائع کیا، جسے اسٹٹ گارٹ میں اسٹینر ورلاگ نے شائع کیا، اور کلاوس شوارز نے دوبارہ شائع کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا ہمیں جارج مکدسی کو اس لیے نظر انداز کر دینا چاہیے کہ وہ متعصب ہیں وہ میرا مذہب کا ساتھی نہیں ہے۔ اور بہت سی باتیں آپ سوچیئے ایک الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا W-Arnold[1] نے بھی تو یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ اور the preachings of Islam اب جسے لکھے ہوئے تقریباً ڈیڑھ صدی ہو رہی ہے کیا اُس جیسی کتاب کسی سفیر اختر نے بھی لکھی ہے۔

کیا اس الزام کو دھونے میں T.W Arnold سے آگے گیا ہوں۔ TW Arnold آخر مستشرق ہے لیکن اس نے ہتھیار وہ مجھے مہیا کیا ہے کہ جو میرا دفاع کرتا ہے اور میں اسے اپنانے پر مجبور ہوں کیا یہ بات اس کا ثبوت نہیں ہے کہ Arnold انگریزی سے عربی میں بھی ترجمہ ہو جاتا ہے۔ فارسی میں بھی ہوتا ہے اور ہم اردو دانوں نے تو تین چار ترجمے اس کتاب کے کر رکھے ہیں۔

تو ایک پہلو سامنے آتا ہے کہ: مستشرقین کے بارے میں ہمارا رویہ کیسا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ کا Oriental Congress سے تعلق:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ یورپ میں رہتے ہوئے Orientalist congress کے بہت قریب رہے شائد وہ اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ Orientalist کانگریس کو Miss نہ کریں اور ظاہر ہے کہ Orientalist Conferences یورپ کے مختلف علاقوں میں، شہروں میں، سال دو سال کے بعد

[1] سر ٹامس واکر آرنلڈ ،ایک برطانوی متشرق اوراسلامی فنون لطیفہ کا مؤرخ تھا جس نے محمڈن اینگلواورینٹل کالج ،علیگڑھ مسلم یونیورسٹی اور گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور میں تعلیم دی وہ سر سید احمد خان کا دوست تھا اور سرسید کے اصرار پر ہی اس نے اپنی مشہور کتاب "اسلام کی تبلیغ" (The Preaching of Islam) لکھی۔ آرنلڈ نے قومی شاعر اور فلسفی ڈاکٹر سر محمد اقبال اور سید سلیمان ندوی کو بھی پڑھایا اور وہ شبلی نعمانی کا بھی اس وقت سے گہرا دوست تھا جب مولانا نعمانی علیگڑھ میں پڑھایا کرتے تھے۔ ہندوستان میں مسلم قوم پرستی کی تحریک پر آرنلڈ کی تعلیمات کے گہرے نقوش دیکھے جا سکتے ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے: ڈاکٹر عبد الغفار، ڈائریکٹر سیرت چیئر، یونیورسٹی آف اوکاڑہ کا شائع شدہ مضمون: دعوت دین کے متعلق شکوک و شبہات اور ان کا ازالہ پروفیسر تھامس آرنلڈ کی کتاب "Preaching of Islam" کے تناظر میں، دعوۃ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، اکتوبر 2022ء، مفید رہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منعقد ہوتی تھی۔ کبھی ماسکو میں، کبھی پیرس میں۔ کبھی کسی اور شہر میں تو وہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی خواہش ہوتی تھی کہ اس کانگریس میں جائیں۔ ساری دنیا کے مستشرقین اکٹھے ہو کر جو باتیں کرتے ہیں جو paper presentation ہوتی ہے جو گفتگو ہوتی ہے اسے جاننا چاہئے اور کیا پڑھتے لکھتے ہیں ان کی دلچسپی کے موضوعات کیا ہیں؟ کس نے کیا انکشاف کیا ہے، یا کیا فکر و فلسفہ پیش کیا جارہا ہے ان کے سوچنے کے زاویے کیا ہیں، کیا علمی و تحقیقی کام ہو رہے ہیں۔

اگر ماہنامہ معارف [1] کی جلدیں دیکھتے ہیں تو 1916ء میں معارف وجود میں آیا اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے زندگی کے آخر تک مسلسل Orientalists کانفرنسوں کی رودادیں لکھی ہیں کہ میں آج

[1] ماہنامہ "معارف" ہندوستان کے علمی و تحقیقی ادارے دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ کا ماہانہ علمی و تحقیقی جریدہ ہے، جسے سید سلیمان ندوی نے جولائی ۱۹۱۶ء میں جاری کیا تھا۔ اس کا مقصد مذہب و فلسفہ و فکر کی ترجمانی اور نئی تحقیق اور تازہ خیالات کا فروغ عام ہے۔ اس رسالے نے علم مذہبی کے ارتقا کو منظر عام پر لانے، اکابرِ سلف کی سوانح عمریوں کو مرتب کرنے اور حکمتِ اسلامی پر تحقیقی مضامین پیش کرنے میں فوقیت حاصل کی۔ نیز مباحث و انتقاداتِ ادب میں اپنے بلند معیار کو برقرار رکھا اور قارئین کم ہونے کے باوجود اس رسالے کی روشنی اب تک قائم ہے۔ ماضی میں الطاف حسین حالی، عبد السلام ندوی، پروفیسر نواب علی، شیخ عبد القادر، عبد الماجد دریابادی، اقبال احمد سہیل، ڈاکٹر محمد اقبال اور نیاز فتحپوری جیسے زعماء اس کے مقالہ نگاروں میں شامل تھے۔ معارف کی ادبی خدمات اس دور کے متعدد رسائل سے زیادہ ہیں۔ سلیمان ندوی نے "معارف" کے مقاصد پر کچھ اس طرح روشنی ڈالی ہے، "فلسفہ حال کے اصول اور اس کا معتدبہ حصہ پبلک میں لایا جائے۔ عقائد اسلام کو دلائل عقلی سے ثابت کیا جائے، علوم قدیمہ کو جدید طرز پر از سرِ نو ترتیب دیا جائے، علوم اسلامی کی تاریخ لکھی جائے اور بتایا جائے کہ اصل حصہ کہاں تک تھا اور مسلمانوں نے اس پر کیا اضافہ کیا، علوم مذہبی کی تدوین اور اس کے عہد بہ عہد کی ترقیوں کی تاریخ ترتیب دی جائے، اکابر سلف کی سوانح عمریاں لکھی جائیں، جن میں زیادہ تر ان کے مجتہدات اور ایجادات سے بحث ہو، عربی زبان کی نادر الفن اور کم یاب کتابوں پر ریویو لکھے جائیں، اور دیکھا جائے کہ ان خزانوں میں ہمارے اسلاف نے کیا کیا زر و جواہر امانت رکھے ہیں اور سب سے آخر لیکن سب سے اول یہ کہ قرآن مجید سے متعلق، عقلی، ادبی، تاریخی، تمدنی اور اخلاقی مباحث جو پیدا ہو گئے ہیں، ان پر محققانہ مضامین شائع کیے جائیں۔" (ماہنامہ معارف جولائی ۱۹۱۶ء ص ۵) "معارف" کے ادبی حصہ میں جن شعرا کے کلام شائع ہوتے تھے ان میں مولانا محمد علی جوہر، اقبال سہیل، مولانا آزاد سبحانی، علامہ اقبال، اکبر الہ آبادی، اصغر گونڈوی، مولانا عبد السلام ندوی، روش صدیقی، فراق گورکھپوری، حسرت موہانی، فانی بدایونی اور جگر مرادآبادی جیسے شعرا شامل رہے ہیں۔ "معارف" کی ضخامت تقریباً ۸۰ صفحات تھی۔ اور ۴ روپیہ سالانہ قیمت، جو اب ۲۸۰ روپے ہو گئی ہے۔ ماہنامہ "معارف" ایک صدی سے زائد وقت گزرنے کے بعد بھی ہنوز جاری و ساری ہے اور تشنگانِ علم و تہذیب کی پیاس بجھا رہا ہے۔ فی الوقت اس کی ادارت کی ذمہ داریاں سید محمد رابع ندوی لکھنؤ سے اور پروفیسر ریاض الرحمٰن خاں علی گڑھ سے نبھا رہے ہیں۔ معارف کے دفتر کا پتا ہے، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، شبلی روڈ، اعظم گڑھ، اترپردیش ۲۷۶۰۰۰۔ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فلاں کانفرنس میں گیا یہ یہ مقالات پڑھے گئے انھیں ان اہل علم نے پڑھا اور وہ بہت مجمل کانفرنس کی روداد یں ہیں۔ اور یوں Orientalist Conference کی روداد یں Proceedings اپنے طور پر کتابوں کی شکل میں بھی چھپتی رہی ہیں لیکن ہم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ممنون احسان ہیں جنھوں نے معارف میں ان کانفرنسوں کی روداد یں لکھ کر ہمیں ان کی طرف توجہ دلائی تھی اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ کتنے کھلے دل کے مالک ہیں۔ شاید کہ صحیح طور پر میرے حافظہ میں بات آرہی ہے یا نہیں کہ انھوں نے ایک آرٹیکل کا ترجمہ کیا ہے اور آرٹیکل اس موضوع پر تھا کہ: کیا ہم مسلمانوں کا فقہی لٹریچر رومن لاء پر مبنی ہے؟ کیا اسلامی قانون رومن لاء پر مبنی ہے؟۔

ایک Italion مستشرق کا آرٹیکل انھوں نے ترجمہ کیا تو اس کی ابتداء میں Editorial net میں لکھتے ہیں کہ: اگر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے چشم روشن اور اگر یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے تو دل ماشاد ہماری آنکھیں ایک طرف بھی مطمئن ہیں تو دوسری طرف بھی مطمئن ہیں۔ تو اس حد تک فراخت ولی پائی جاتی تھی۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ایک عالم ہیں اور عالم ایسا ہے جو خود 'ما صَفا ودَعْ ما کَدِر' کے تحت اصول پیش نظر رکھتا ہے۔ یہ نہیں دیکھتا کہ لکھنے والا کون ہے البتہ یہ ضرور پیش نظر رکھتا ہے کہ لکھا کیا گیا ہے اور اس لکھے ہوئے کو قبول کرنا چاہیے؟ اور اگر قبول کرنا چاہئے تو کن اصولوں کے تحت کرنا چاہیے اور اگر Reject کرنا ہے تو کن اصولوں کی بنیاد پر اسے Reject کیا جائے تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ ایک واقعتاً عالم تھے جو نہ صرف امت مسلمہ کے اندرونی اختلافات سے ماوراء تھے انھیں جانتے ہوئے۔ بھی ایک

صدی کے دوران اس رسالے نے صرف تین خصوصی شمارے شائع کیے۔ پہلا سید سلیمان ندوی، دوسرا حبیب الرحمن خاں شروانی، اور ابھی شبلی صدی کے موقع پر شبلی نمبر کی اشاعت ہوئی تھی۔ ہندوپاک کی مختلف جامعات میں رسالہ "معارف" پر تحقیق کا کام بھی ہوا۔ ماہنامہ "معارف" کی اردو ادبی تحقیقات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ا۔ قلمی نسخوں اور نادر مطبوعات سے متعلق مقالات و مضامین۔ ۲۔ ادبا و شعرا کے احوال سے متعلق تحریریں۔ ۳ - متفرق تحقیقی موضوعات۔ ۴- ذخیرہ ہائے مخطوطات کا تعارف اور ۵۔ اردو شعرا کے تذکروں سے متعلق مقالات۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وسعت نظر تھی پھر اس کے ساتھ ساتھ اپنوں اور غیروں کے حوالے سے بھی وسعت نظر تھی۔ استشراق کے حوالے سے ان کا ایک خصوصی روّیہ تھا اور اس رویے کے نتیجے میں وہ بہت سی باتوں میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے مستشرقین متفق نہیں ہیں۔ اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحریروں پر شدید نقد بھی انھوں نے کیا ہے لیکن اس کے باوجود مستشرقین کے حلقے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ ایک بڑا نام ہے۔

بطور طالب علم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا کردار اور کتب خانوں کا جائزہ

اگر یہ سمجھا جائے کہ کوئی کسی بزرگ کے نام سے قائم ہونے والی چیئر ان زندگی پر کام کروائے۔ ان کی کتابوں پر کام کروائے تو زندگی پر زیادہ سے زیادہ ایک سوانح عمری لکھ دی جائے گی دو لکھ دی جائیں گی تو معاملہ ختم ہو جائے گا اور اگر ان کی کتابوں پر لکھا جائے تو چیئر ظاہر ہے ایک حد تک کام کر سکتی ہے باقی دنیا کے اہل قلم کے قلم کو روکا تو نہیں جا سکتا۔ وہ بھی کام کر رہے ہوں گے وہ بھی لکھ رہے ہوں گے۔ تو نتیجتاً یہ بہت معیوب بات ہوگی اگر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی چیزوں پر ہی کام کیا جائے انھی کے افکار کو Promote کیا جائے یا اور ان کی زندگی پر لکھا جائے تو یہ ایک بہت محدود پہلو ہے اور یہ کام ضرور کرنا چاہیے ان کی Intelectual Biograpahy لکھی جانی چاہیے بہت اچھی بات ہوگی لیکن اصل بات یہ ہے کہ اُن کی دلچسپی کے جو موضوعات ہیں انھیں پیش نظر رکھیں اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی دلچسپی کے موضوعات بہت متنوّع ہیں جب وہ طالب علم تھے تو وہ ایک اہل علم خانوادے کے فرد تھے اور اس اہل علم خانوادے کا ایک بہت عظیم کتب خانہ تھا اور اگر اس حیدر آباد دکن کے کتب خانوں کے حوالے سے آپ جاننا چاہیں تو بہت سی کتابیں جو منحصر بہ فرد تھیں صرف ایک ہی نسخہ ایک ہی کتب خانے میں تھا ان میں سے بعض کتابیں صرف ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے آباؤ اجداد کے کتب خانے سے تھیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ایک اچھے طالب علم اور محقق کے طور پر اپنے خاندان کے ذخائر کا جائزہ لیا اور جائزہ لینے کے بعد ان کی خواہش ہوئی اور یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ بیسویں صدی کا آغاز ہے۔ آج ہم یہ سب باتیں اکیسویں صدی میں کر رہے ہیں تو یہ اس وقت ان مخطوطات۔ Manocrips کے بارے میں ہماری معلومات بہت محدود تھیں ہم نے کوئی Catalogues

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتب نہیں کیے تھے ہمیں معلوم ہی نہیں تھا کہ کون سی چیز کہاں سے دریافت کرنی ہیں۔ ہمارے بزرگ بہت سی کتابوں کے بارے میں یہ سمجھتے تھے یہ تو ناپید ہو چکی ہیں۔'دست بُردِ زمانہ' کی نظر ہو چکی ہیں۔ لیکن ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ان جیسے لوگوں نے کتب خانوں کے Catalogues چھان کر یہ باتیں ثابت کر دیں۔ کہ یہ کتابیں دنیا میں Exist کرتی ہیں۔ تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی جامعہ یونیورسٹی سے Request کی کہ اگر ان کو اسکالرشپ دیا جائے تو میں ہندوستان سے باہر کی دنیا میں ان کتب خانوں کے مخطوطات کا جائزہ لوں۔ اور پھر یہ ایک ایسا ان کا دل پسند موضوع بن گیا کہ ساری زندگی وہ یہ کام کرتے رہے۔

یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ مخطوطات کے حوالے سے سب سے بڑا ذخیرہ تُرکی میں ہے۔ ذخیرہ نہیں بلکہ ذخائر ترکی میں ہیں۔ اور آج بھی متعدد کتب خانے ایسے ہیں جو Catalogue نہیں کیے گئے ہیں اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ سال کے تین مہینے جب وہ پیرس میں مقیم تھے تو ترکی میں گزارا کرتے تھے۔ وہاں پڑھاتے بھی تھے Lectures بھی دیتے تھے لیکن باقی وقت وہ ان ہی کتب خانوں کی سیر میں گزارتے تھے اور مخطوطات تلاش۔ کرتے رہتے تھے اور ان ہی کے توسّل سے بہت سی چیزیں سامنے آئی ہیں۔ مثال کے طور پر: ابن اسحاق کی سیرت کا نسخہ انھوں نے دریافت کر لیا۔ صحیفہ ہمام بن منبہ انھوں نے دریافت کر لیا۔ کتاب المحبّر[1] انہوں نے دریافت کر لی۔

"کتاب الذخائر والتحف"[2] قاضی رشید کی انھوں نے حاصل کر لی۔ تو یہ ساری کتابیں اسی تگ و دُو کا نتیجہ ہیں کہ جس کے نتیجے میں انھوں نے پھر ان کتابوں کو متعارف کروایا اور پھر ان پر کام کیا۔ یہ

---

[1] کتاب المحبّر؛ تالیف: علامہ ابی جعفر محمد ابن حبیب بغدادی (م245ھ) ترجمہ: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، نظر ثانی ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر، قرطاس پبلیکشنز، 2011ء

[2] قاضی الرشید بن الزبیر کی کتاب خزانے اور نوادرات، جس میں انہوں نے عظیم قیمتی تحائف اور نوادرات کا ذکر کیا ہے اور ضیافتوں، دعوتوں، عذروں اور ہوشیاریوں میں ہونے والے اخراجات کا بھی۔ (القاضي الرشيد بن الزبير، المحقق: محمد حمید اللہ، دار النشر التراث العربي، 1959م)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ وہ عالم دین ہیں لیکن احیائے تراث علمی" ان کی دلچسپی کا ایک موضوع ہے۔

ابو حنیفہ دینوری کی کتاب النبات[1] انھوں نے مرتب کی۔ کتاب النبات ایک Botany سے متعلق کتاب ہے نباتات سے بحث کرتی ہے مختلف پودوں سے متعلق بحث کرتی ہے۔ ان پودوں کے بارے میں لوگوں نے پہلے کیا کیا ہے اور اس وقت کیا کہا گیا تھا۔ ابو حنیفہ دینوری نسے اپنی ان چیزوں کو Disclose کیا ہے اور اپنی آراء دی ہیں۔ وہ عالم دین ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ احیائے تراث علمی پر بھی توجہ دیتے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں کتاب النبات کو مرتب کر دیا جاتا ہے۔ تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ ؒ کی دلچسپی کے موضوعات میں سے ایک اپنی ترات کا احیاء ہے وہ کتابیں جو واقعتاً قابل اشاعت ہیں۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ ہر کتاب جو دو نسل پہلے لکھی گئی تھی وہ نہیں چھپ سکی اسے چھپایا جائے اس میں آپ "Choci چوزی" ہوں اسے Select کریں کہ کیوں چھپایا جائے کیا بات ہے جس کی بنیاد اس بات کی مستحق ہے کہ اسے چھاپا جائے اسے کیوں چھپنا چاہیے اور اس کا جائزہ لینے کے

[1] علم نباتات پر عربی میں بکثرت کتابیں تالیف کی گئی ہیں، ابن ندیم کی الفہرست میں متفرق طور پر ایسی دس کتابوں کا ذکر ملتا ہے لیکن جہاں تک علم ہو سکا ہے، ان میں صرف الاصمعی (المتوفی 216) کی کتاب النبات والشجر ہی ابھی تک طبع ہو کی ہے۔ ان کثیر التعداد تصانیف میں ابوحنیفہ دینوری (المتوفی ۲۸۴ھ) کی کتاب النبات کو بھی ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے، بلکہ بعد کے لغت نویسوں نے پودوں اور جڑی بوٹیوں کے ذکر میں جتنی خوش چینی دینوری کی یادگار تالیف سے کی ہے، اتنی کسی اور کتاب سے نہیں کی۔ چنانچہ لسان العرب ابن منظور، تاج العروس، مرتضی زبیدی، معجم البلدان یاقوت، کتاب المختص" ابن سیدہ، "العباب" صاغانی اور القاموس فیروز آبادی وغیرہ میں دینوری کی تحقیقات کے اقتباسات کثرت سے ملتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ ؒ نے دسمبر 1949ء اور پھر جون 1950ء کے 'معارف میں ابوحنیفہ دینوری کی کتاب النبات کا مفصل تعارف کرایا تھا جن کا ذکر پیش نظر کتاب کے فرانسیسی مقدمہ میں بھی ہے) اور اسی وقت اہل ذوق کو یہ خوشخبری بھی سنائی تھی کہ ان کو مدینہ منورہ میں تین ابواب پر مشتمل اس کتاب کا ایک مخطوطہ دستیاب ہو گیا ہے، اور وہ دینوری کے دوسرے خوشہ چینیوں کے اقتباسات یکجا کر کے اس کو مرتب کر رہے ہیں۔ آج وہ بھی یکجا ہو کر ہماری تیراث علمی کا حصہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد ایک بار چھان بین کر کے چیزوں کو سامنے لایا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ جائزہ لیے بغیر چھاپ دی جائے۔

ایک لطیفے کے طور پر

ایک نوجوان کے داداجان کچھ شعر کہتے تھے لیکن وہ شاعر اس درجے کے تھے انھوں نے اپنا مجموعہ کلام مرتب کیا اور کئی ناشرین سے رابطہ کیا کسی ناشر نے اسے چھاپنے کی حامی نہیں بھری حتی کہ وہ یہ خواہش اپنے دل میں لیے ہوئے دنیا سے سیدھار گئے۔ بیٹے نے کوشش کی کہ میرے باپ کا نام زندہ ہو۔ یہ کلیات یہ مجموعہ شعر کہیں چھپ جانا چاہیے تو وہ بھی ناکام رہے اور بیٹے کی خوش قسمتی سے انھیں وہ بیاض مل گئی جس میں ان کا مجموعہ کلام تھا انھوں نے کہا کہ میں اس پر ڈاکٹریٹ کرنا چاہتا ہوں اور ڈاکٹریٹ کے لیے آسانی سے اس کا خُطّہ بھی منظور ہو گیا اور چند سال بعد کسی جامعہ نے اس پر ڈگری بھی دے دی اس لیے کہ ایک غیر چھپی ہوئی چیز غیر منقول اور ایک نئے شاعر کو دریافت کر لیا گیا ہے کتابوں کی اشاعت میں احیائے تراث علمی میں اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے البتہ وہ بزرگ اپنے پوتے کے لیے بہت مبارک ثابت ہوئے کہ اس کے نتیجے میں وہ Ph.D ڈاکٹر کہلانے کے مستحق قرار دیئے گئے لیکن آج بھی ہمارے کتب خانوں میں اور دنیا میں بکھرے ہوئے مخطوطات میں ایسے یقینا نکل آئیں گے جنھیں زندہ کرنے کی بیشک ضرورت ہے۔ خود ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے خطوط کا مطالعہ کیا جائے ان کی تحریریں دیکھی جائیں کہ وہ کن موضوعات پر کام کرنا اور کروانا چاہتے تھے۔ تو انھوں نے بذات خود بہت سے اہل علم کی بار بار اس جانب توجہ دلائی ہے ہماری زیادہ سے زیادہ توجہ اس طرف ہونی چاہیے کہ ہم کتب خانوں کی طرف جائیں انھیں کھنگالیں انھیں دیکھیں اور اس کے نتیجے میں اگر کوئی چیز واقعتا قابل اشاعت ہے تو اسے شائع کریں اور یہ Credit ہم مسلمان ہیں ہمیں حاصل کرنا چاہیے ورنہ کوئی اور لے جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی دلچسپی کے موضوعات:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی دلچسپی کے موضوعات میں ایک قانون بین الممالک[1] ہے بلکہ ابتداء میں انھوں نے ایک تحقیقی سفر جاری شروع کیا تو تحقیق سفر کا آغاز قانون بین الممالک سے ہوا اور اس سفر میں یہی قانون بین الممالک السیر" ہے اسی السیّر[2] پر امام الشیبانی اور امام السرخی اور متعدد دوسرے بزرگوں نے قلم اٹھایا ہے تو یہ مسلمانوں کی میراث ہے کہ کتاب السیر پڑھی جائے اور پھر اوزاعی نے کیا کہا - الرد علی السیر الاوزاعی کیسے لکھی گئی ۔ یہ سب مسلمانوں کی دَین تھی کہ قانون بین الممالک کا قانون ایک بین الاقوامی قانون ہے اور قانون بین الاقوامی ہمیشہ ایک ہی قانون ہو گا ۔ قانون بین الاقوامی کی سطح پر دو قانون نہیں چل سکتے اور دو قوانین جب متضاد ہوں وہ کس طریقے سے چل سکتے ہیں جب پاکستان میں جامعہ پنجاب، لاہور میں دو Rules نہیں چل سکتے Rule ایک ہی چلے گا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دنیا میں بین الاقوامی قانون ہو اور قانون ایک نہ ہوں کیسے ممکن ہے۔ کسی طریقے سے آج کے بین الاقوامی قانون میں مسلمان حصہ ڈال سکتے ہیں۔ مسلمانوں کا نقطہ نظر Reflect ہو سکتا ہے۔ کہاں Given take ہو سکتی ہے Compromise ہو سکتا ہی کہاں compromise نہیں ہو سکتا ۔ جنیوا کنونشن کیا ہے ۔ بین الاقوامی قوانین میں ارتقاء کیسے ہوا۔ اس میں تمہارا حصہ کیا ہے۔ تو ڈاکٹر محمد حمید

---

[1] ایسے اصول وضوابط کا نظام اور روایتی عملدرآمد جس سے قوموں کے درمیان تعلقات کو پہچانا جاتا ہے۔ بین الاقوامی قانون کو بین الاقوامی عدالت انصاف و قانون کے منشور میں شق نمبر 42 میں بیان کیا گیا ہے۔
[P.No: 219. Dictionary of international and comperitive Law, James R Fox.]
انٹر نیشنل لاء: مزید تفصیل کے لیئے ڈاکٹر صاحب کا سورلون یونیورسٹی سے ڈی فل کے لیے لکھا گیا مقالہ "عہد نبویؐ اور خلافت راشدہؓ میں اسلامی سفارت کاری" کا مطالعہ فائدہ مند ہو گا۔ مزید مطالعہ کے لیئے :خطبات بہاولپور کا خطبہ نمبر 5: اسلامی قانون بین الممالک، تحقیق، تخریج و تعلیق از ڈاکٹر عبد الغفار دیکھا جاسکتا ہے۔

[2] السیر الصغیر والسیر الکبیر، یہ کتابیں فقہ میں ہیں۔ ان کے مصنف امام محمد بن حسن شیبانی ہیں۔ جو امام ابو حنیفہ ؒ شاگرد ہیں۔ یہ کتابیں ان کی آخری تصانیف میں سے ہیں جو آپ نے عراق سے واپسی پر لکھیں۔ مزید مطالعہ: [کشف الظنون، 2/114، 113]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ آغاز زندگی سے علمی زندگی کے آغاز سے آخر تک بین الاقوامی قانون پر توجہ دیتے رہے ہیں اور شاید بہت سے مسائل میں جنھیں ڈاکٹر محمد حمید اللہ حل نہیں کر سکے اور بین الاقوامی ادارے آج بھی ان پر غور و فکر کرتے ہیں۔ یہ ایک توجہ طلب موضوع ہے کہ ہم انٹرنیشنل لاء کے حوالے سے اپنی تراث کو زندہ کریں اپنے آج کے دور میں جو بین الاقوامی قانون Develop ہو چکا ہے International Law کو بھی دیکھیں اور شاید ہم اس قابل ہیں کہ ہم contribute کر سکتے ہیں تو ہم اس بات کو بھی آگے بڑھائیں اور تحقیقات پیش کریں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ شہرت اور سیرت نگاری

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی ہمارے نزدیک شہرت کا سبب ان کی سیرت نگاری ہے۔ انھوں نے سیرت پر بہت کچھ لکھا ہے اور ان کی بڑی پہچان بھی یہی ہے اور حقیقت میں ہونا بھی یہی چاہیے کہ وہ شخصیات جو متنوّع نوعیت کی حامل ہوتی ہیں وہ ایسے ہیرے ہیں جس کی کئی جہتیں ہیں جس کے کئی پہلو ہیں۔ جس پہلو سے اسے دیکھا اسی پہلو سے اسے پیش کر دیا۔ کسی نے اسے مؤرخ سمجھا، سوانح نگار سمجھا ، کسی نے انھیں بین الاقوامی قانون کا عالم سمجھا اور کسی نے محدّث قرار دیا، کسی نے انھیں مفسر قرآن قرار دیا۔ اور کسی نے یورپ کا مطالعہ کرنے والا شخص کہا۔ یہ ساری باتیں اس شخص میں موجود ہیں۔

سیرت کے حوالے سے اہم باتیں:

سیرت کے حوالے سے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے اس وقت تو ہر یونیو سٹی میں ضیاء الحق صاحب کے دور کے بعد سیرت چیئرز موجود ہیں لیکن سیرت چیئرز اس وقت لگتا ہے خاصی پریشانی کے عالَم میں ہیں کہ موضوعات کہاں سے لائیں تو اس کا حل یہ ہے کہ سیرت کو حدیث سے الگ نہ کیا جائے۔ اور حدیث study کو بھی سیرۃ study سے جوڑ لینا چاہیئے۔ در حقیقت یہ جو حدیث Studies میں یہ آقائے دوجہاں ﷺ کی ایک لکھی ہوئی شکل ہیں۔ تو شاید اس حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے توجہ دلائی تھی۔ ان کی کتاب "السر دوالقرد فی صحائف الاخبار" اور اسطرح کی چیزیں دیکھنی چاہیے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے کس چیز پر کام کیا اور اس سلسلے میں کس کس چیز کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے حوالے سے اور بھی باتیں کی جاسکتی ہیں۔ میرے ذہن میں جو باتیں آئیں میں نے کر دیں تاہم زیادہ ضروری یہ ہے کہ دل جمعی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے، وسعت نظر پیدا کی جائے اختلافات سے دور رہا جائے۔ اختلاف کرنا جرم نہیں ہے۔ اظہار اختلاف اُسے مجرمانہ بنا دیتا ہے یا اظہار اختلاف اسے اختلاف کرنے والے کے قریب کر دیتا ہے۔ یہ جو طرز اظہار ہے اس کے لیے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ یہ الگ بات ہے کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی زندگی میں ہمارے اہل علم میں خاصے مطعون بھی رہے تھے اور کچھ بزرگوں نے کہا کہ یہ مستشرق ہیں اور مستشرقانہ انداز تحریر اختیار کرتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر کا کہنا ہے کہ:

مجھے یاد پڑتا ہے میں ایک طالب علم کے طور پر بیّنات کا خریدار تھا اور بیّنات[1] مولانا بنوری کا پرچہ تھا۔ پہلے سال اس کے ایڈیٹر ہوا کرتے تھے مولانا عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ مولانا نے پہلے سال ہی میں ایڈیٹر کے ساتھ ساتھ اس زمانے میں محمود احمد عباسی کی کتاب خلافت معاویہ یزید کا بہت چرچا تھا تو خلافت معاویہ اور یزید کی تردید میں مولانا عبد الرشید رحمہ اللہ نے ایک سلسلہ شروع کیا تھا اور عنوان یہ لکھا تھا۔ "ناصبیت تحقیق کے بھیس میں" یہ کتاب مکمل نہیں ہو سکی تھی البتہ بیّنات کے سولہ صفحے اس کتاب کے الگ سے جوڑ دیے جاتے تھے۔ میں اس کو پڑھتا تھا اب بھی میرے ذہن میں یہ بات موجود ہے کہ انھوں نے کہا یہ جو کتاب خلافت معاویہ ویزید ہے اس ذہن کو Promote کرنے میں اس ذہن کو پیدا کرنے میں مستشرقین کا حصہ ہے۔ اور ہمارے ہاں بہت سے لوگ ہیں جو مستشرقین سے متاثر ہیں اور ان کی نگاہ انتخاب ڈاکٹر محمد حمید اللہ پر پڑی اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کلاس لے لی انھوں نے ظاہر ہے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بارے میں ان کے مستشرقانہ انداز سے۔ مستشرقانہ انداز اسلام مخالف کا نام

[1] عبد الرشید نعمانی، مدیر، مقام اشاعت مدرسہ عربیہ اسلامیہ، کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے بلکہ اپنی تحریر لکھتے ہوئے عقیدت کا اظہار کم ہو وہ ہمارے دل کا معاملہ ہے۔ آپ کے ایثار کا معاملہ ہے، آپ کی commitment کا معاملہ ہے۔ آپ دین کے لیے جان قربان کر دیجئے۔ ایک مجاہد کا طرز عمل ہے لیکن ایک محقق کا طرز عمل یہ ہے کہ جو اسے لکھنا ہے وہ پھونک پھونک کر لکھنا ہے یہی وجہ ہے کہ تحریر کی زبان بہت واضح بہت صاف اور بہت آسان ہوتی ہے اور اس میں طوطے مینا اڑانے کا کوئی کام نہیں ہوتا کہ اس میں مرصع کاری کی جائے توضیح کی جائے۔ آپ نے شبلی نعمانی کو پڑھا ہے۔ شبلی نعمانی نے سیرت النبی ﷺ میں جو ظہور قدسی کے نام سے چند پیراگراف لکھے ہیں شاید اردو ادب کے حوالے سے رنگین نثر نگاری کے اعتبار سے اگر آپ دس اقتباسات چننا چاہیں تو ظہور قدوسی لازماً کا ایک الگ اقتباس ہو گا وہ اس قدر مرصع زبان میں لکھا گیا ہے کہ داد دینے کو جی چاہتا ہے اور داد دینی چاہیے۔ لیکن یہ ادیب، یہ متغزل یہ شاعر شبلی کا کارنامہ ہے کہ یہ مؤرخ شبلی کا کارنامہ نہیں ہے اور اگر مؤرخ شبلی نے لکھا ہے تو پھر ان کی یہ کمزوری ہے کہ ان کی گفتگو سے ان کے اِن الفاظ سے ان کی ترکیبات سے ایک سے زیادہ مطلب نہیں نکلنے چاہیئے جبکہ مرصع کاری میں امکان رہتا ہے۔ تو مستشرقانہ یا عالمانہ انداز سے آقائے دو جہاں سے زبردست محبت کے باوجود ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحریر میں وہ جذباتیت نہیں دکھائی دیتی۔ اور شاید یہی سبب تھا کہ آقائے دوجہاں ﷺ کے حوالے ہم جن لوگوں کو مخاطب کرتے ہیں بھول جاتے ہیں کہ ان میں سے کچھ اقلیت زدہ بھی ہوتے ہیں تو ان اقلیت زدہ لوگوں کو یہ مرصع کاری کام نہیں آتی بلکہ ان کے ذہنوں کو appeal کرنے والی 2±2=4 کے طور پر حقیقت پسندی appeal کرتی ہے۔ تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے یہ کام کیا ہے اور رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی جو مولانا عبدالرشید نعمانی کے ہاتھوں تنقید کا نشانہ بنی تھی اسے پڑھنے سے یہ بات بہت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ مجھے اور آپ کو بھی لکھتے ہوئے، الفاظ چنتے ہوئے۔ دعاؤں پر ادھر ادھر کی باتوں میں اوراق سیاہ نہیں کرنے چاہئیں۔ آپ براہ راست اپنے موضوع پر لکھئے۔ جب سوچنے اور پرکھنے کا وقت آئے گا تو اصل بات سامنے آجائے گی۔ البتہ آپ غیر جانبدار ہو کر لکھتے چلے جایئے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ ایسے شخص ہیں میں نے ان کی بڑی تعریفیں کر دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بہت پڑھے لکھے آدمی تھے بہت وسیع النظر تھے بہت وسیع المطالعہ تھے لیکن ان کی بعض باتیں تفرّدات کا درجہ رکھتی ہیں ان تفرّدات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے اس لیے کہ بچاؤ اسی میں ہے کہ اسلاف کے قریب رہا جائے۔ کوئی ایسی بات نہ کی جائے کہ چودہ سو سال کی تاریخ میں تو کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی ہے اور میں اکیسویں صدی میں اٹھ کر اور پندرھویں صدی میں اٹھ کر کہوں کہ یہ میں پہلی بار یہ بات کر رہا ہوں۔ یہ پہلی بار بات کرنا جو قرآن و سنت سے متعلق ہو وہ باعث اعزاز نہیں ہے بلکہ وہ اسلاف سے دوری کا نتیجہ ہے اپنے تراث سے دوری کا نتیجہ ہے تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے جو اس طرز کی باتیں کی ہیں وہ یقیناً انھوں نے یقین سے باتیں کی ہیں لیکن اس میں عجز کے ساتھ بات بھی کی ہے بہت عاجزانہ انداز میں انھوں نے یقین سے باتیں کی ہیں لیکن وہ باتیں اُن کے تفرّدات میں آتی ہیں وہ ازواج النبی ﷺ کے حوالے سے ہوں وہ ہماری تاریخ کے بعض پہلوؤں کے حوالے سے ہوں تو یہ بات ذہن میں رکھ لی جائے وہ عورت کی امامت کے حوالے سے ہوتی ہیں تو خطبات بہاولپور میں بھی ایسے بہت سے مسائل ہیں تو دیکھ لیجئے کہ ہر وہ بات جو ان کا اصول نظر ہے کہ قرآن و سنت معیار ہے اس پر جانچ لیجئے جو اس پر پوری اترتی ہیں وہ ہم قبول کر لیں گے وہ ہمارا نقطہ نگاہ بن جائے گا اور جو اس سے ہٹی ہوئی ہے اس سے ہم دور رہیں گے اسے ہم قبول نہیں کریں گے چاہے وہ بات کہنے والا ہمارے لیے بہت معزز ہے ہم اس کی عزت و احترام کر کے بھی اس سے اختلاف کر لیں گے تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے اتنے کارناموں میں کچھ تفرّدات کا ایک پہلو بھی ہے اور یقیناً اہل علم نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم پر گرفت کی ہے اور انھوں نے اس گرفت کو پڑھا بھی ہے اور بعض اوقات دکھائی دیتا ہے کہ انھوں نے اپنی آراء سے رجوع بھی کیا ہے اس بنیاد پر کہ حق واضح ہو جائے اور اس حق کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ میں نے آپ لوگوں کی کافی سمع خراشی کر لی میں نے نیا کیا بتانا ہے البتہ میں نے اپنے حافظہ کو تازہ کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختتامی کلمات: پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ

بہت شکریہ، یہ تھے ڈاکٹر سفیر اختر صاحب جو ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی متنوّع علمی خدمات، انداز اور اسلوب پر تفصیلی گفتگو فرما رہے اور یقیناً انہوں نے اپنے اس خطاب میں تحقیق کے بہت سے پہلو ہمارے سامنے رکھے ہیں ان شاء اللہ سارے محققین اس پر غور بھی کریں گے کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا اسلوب کیا تھا کس انداز میں انھوں نے بات کی اور میں ڈاکٹر صاحب کا شکر گزار ہوں۔

صدر ڈین / پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی کا خطاب:

السلام علیکم، الحمدللہ و کفی و سلام علی محمد رسول اللہ ﷺ اللھم صلّ علی محمّد و علی آل محمّد۔۔ درود ابراہیمی مکمل پڑھا۔ اما بعد: میرے خیال میں آپ سب کی موجودگی باعث سعادت ہے یہ بہت ہی مفید لیکچر تھا شاید بہت ساری کتب کا مطالعہ کرنے سے بھی یہ معلومات نہ ملتیں اور اگر یہ لیکچر Miss ہو جاتا تو یقینا بہت بڑا نقصان ہوتا میں غور سے دیکھ رہا تھا کہ یہ لیکچر ریکارڈ ہو رہا ہے یا نہیں تو اللہ کا شکر ہے۔ یہ ریکارڈ ہوا ہے لیکچر اپنے بچوں کو بھی سنائیں اس میں بہت Information کا سامان ہے میرے خیال میں علماء کے تذکرے قوّت عمل کو تحریک دیتے ہیں پھر ایسی شخصیات جس طرح کی ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تھی اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ان کی حسنات کو قبول فرمائے۔

جس طرح ڈاکٹر صاحب نے فرمایا جو ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی دلچسپی کے میادین ہیں اُن پر کام کرنے کی گنجائش ہے۔ یہ جو مخطوطات ایڈٹ کرنے کا کام ہے آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے۔ یہ جو ایک سائنٹفک طریقہ کار ہے اس نے ہماری Social Science کو بھی متاثر کیا ہے اور خاص طور ہم علوم اسلامیہ والے ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ Hypothesis کیا ہوتا ہے۔ اور ہم بنانے پر مجبور ہوتے ہیں آج تک Hyp اور Assumption میں کیا فرق ہے اس فرق کو نہیں جان سکے۔ مگر بنانے پر مجبور ہیں کیونکہ جس Research Methodology نے ہمیں اس طرف لگا دیا۔ Research question

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی نہ بنے اور فرضیہ بھی نہ بنے تو آج کے دور میں تحقیق ہو نہیں سکتی ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی ساری تحقیقات دیکھ لیں ہو سکتا ہے ان کی تحقیقات میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں لہٰذا میری گزارش ہے کہ ہم ان اصولوں کو ضرور اختیار کریں مگر جہاں تک ان کی ہمیں Official ضرورت ہے لیکن تحقیق کی وہ بنیادیں جو ہمارے اسلاف نے چھوڑیں انھیں ترک نہ کیا جائے بہر حال ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا تذکرہ ہمارے لیے بہت تمہیدی کام کرتا ہے۔ یہ بہت قدیم آدمی نہیں ایک ہی صدی پرانی بات ہے یعنی انھیں فوت ہوئے ابھی دو دہائیاں نہیں گزریں 2002ء میں انتقال ہوا میرے خیال میں جس طرح تحقیق کا انداز انھوں نے اختیار کیا ہے۔ جب آپ ان سارے اصولوں کو آپ مد نظر رکھتے ہیں ان چیزوں کو formal بنانے کیلئے بعض اوقات ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحقیقات کا انداز ہمارے لیے مختلف جہات واضح کرتا ہے اور بڑے اخلاص کے ساتھ آگے بڑھانے کا تقاضا کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب جب گفتگو کرنے لگے تو یہاں ایک Situation پیدا ہوئی میں یہاں اُس کے بارے میں بھی بات کردوں اپنے تاثر کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کا تعارف کروانے لگے ڈاکٹر عبداللہ صاحب تو ڈاکٹر سفیر اختر صاحب نے انھیں تعارف نہیں کروانے دیا اور اس پر جب خود کھڑے ہوئے اور کہتے یہ رہے کہ تعارف میں کرواؤں گا لیکن تعارف کروایا بھی نہیں یقیناً یہ ہم سب کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور انہوں نے اپنا تعارف نہیں کروانے دیا جس طرح ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا تذکر ہمارے لیے Inspiration کا ذریعہ ہے اس طرح آپ کی شخصیت بھی ہمارے کیلئے اور جدید محققین کے لیے راہ عمل ہے آپ کو تعارف کروانے دینا چاہئے تھا۔ بہر حال میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خوشی کے مواقع آتے ہیں اس پر نبی اکرم ﷺ نے ہماری رہنمائی فرمائی تو ہمیں ہر موقع پر آپ کی تعلیمات کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اور اگر ہم آپ ﷺ کی تعلیم کو حرزِ جان بنائیں تو اس طرح کے مواقع پر اس طرح کی situation سے بچ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں جب کوئی شخص بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ دوسروں کیلئے تو بہت مفید ہو آپ اس موقع پر ایک دعا پڑھتے آپ بس یہ دعا پڑھ لیں؛ اللّٰھُمَّ لاَتُؤَاخِذْنِي بِمَا يَقُولُونَ وَاغْفِرْلِي مَا لاَ يَعْلَمُونَ وَاجْعَلْنِي خَيْرًا مِمَّا يَظُنُّونَ [1]

اللہ تعالیٰ ہم سب کی رہنمائی فرمائے اسطرح کے لیکچرز ہوتے رہنے چاہئیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ جو چیئرمین ہیں ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر کے، اس لیکچر کا اہتمام کیا یقیناً وہ ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں اس طرح کے اگر لیکچرز ہوتے رہیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہتر استعمال ہے اور یہ چیئر بہتر ثابت ہوگی۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کا اس چیئر پر متمکّن ہونا ان کیلئے مبارک ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اعجاز ڈائریکٹر، شیخ زاید اسلامک سنٹر نے مہمانان اور ڈاکٹر سفیر اختر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور دعا فرمائی۔

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ کی طرف سے سفارشات:

1. آئندہ کم از کم 4 لیکچرز مختلف Dimension پر رکھے جائیں۔ اور جن گوشوں کا ذکر کیا ہے اس پر تحقیقات پیش کی جائیں۔ اور یہ لیکچرز بھی پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر صاحب سے کروائے جائیں۔
2. معارف ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر کے عنوان سے انسٹی ٹیوٹ اور اسلامک سنٹر کی لائبریریوں میں گوشہ جات مقرر کیے جائیں۔

[1] بخاری، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، باب ما يقول المسلم إذا زكي، حدیث نمبر 761؛ بیہقی، شعب الایمان، 228/4

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

تاثرات: ڈین فیکلٹی پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی

یہ بہت ہی مفید لیکچر تھا شاید بہت ساری کتب کا مطالعہ کرنے سے بھی یہ معلومات نہ ملتیں اور اگر یہ لیکچر Miss ہو جاتا تو یقینا بہت بڑا نقصان ہوتا۔ لیکچر اپنے بچوں کو بھی سنائیں اس میں بہت Information کا سامان ہے میرے خیال میں علماء کے تذکرے قوت عمل کو تحریک دیتے ہیں پھر ایسی شخصیات جس طرح کی ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تھی اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ان کی حسنات کو قبول فرمائے۔

جس طرح ڈاکٹر سفیر اختر نے فرمایا جو ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی دلچسپی کے میادین ہیں ان پر کام کرنے کی گنجائش ہے۔ یہ جو مخطوطات ایڈٹ کرنے کا کام ہے آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے۔ یہ جو ایک سائنٹفک طریقہ کار ہے اس نے ہماری Social Science کو بھی متاثر کیا ہے اور خاص طور ہم علوم اسلامیہ والے ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ Hypothesis کیا ہوتا ہے۔ اور ہم بنانے پر مجبور ہوتے ہیں ہم آج تک Hypthesis اور Assumption میں کیا فرق ہے اس فرق کو نہیں جان سکے۔ مگر بنانے پر مجبور ہیں کیونکہ جدید Research Methodology نے ہمیں اس طرف لگا دیا ہے۔ Research Question بھی نہ بنے اور فرضیہ بھی نہ بنے تو آج کے دور میں تحقیق ہو نہیں سکتی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی ساری تحقیقات دیکھ لیں ہو سکتا ہے ان کی تحقیقات میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں لہذا میری گزارش ہے کہ ہم ان اصولوں کو ضرور اختیار کریں، جہاں تک ان کی ہمیں Official ضرورت ہے۔ لیکن تحقیق کی وہ بنیادیں جو ہمارے اسلاف نے چھوڑیں انہیں ترک نہ کیا جائے۔ خصوصاً جملہ محدثین عظام ائمہ اربعہ کرام علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، امام غزالی، حضرت شاہ ولی اللہ، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد محدث گوندلوی، ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہم اللہ وغیرہ بہر حال ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا تذکرہ ہمارے لیے کام کرنے کی تحریک پیدا کرتا ہے۔ اور جدید محققین کیلئے نئی راہ عمل فراہم کرتا ہے۔ یہ بہت قدیم آدمی نہیں ایک ہی صدی پرانی بات ہے یعنی انہیں فوت ہوئے ابھی دو دہائیاں نہیں گزریں 17 دسمبر 2002ء میں انتقال ہوا میرے خیال میں جس طرح تحقیق کا انداز انہوں نے اختیار کیا ہے۔ جب آپ ان سارے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہیں ان چیزوں کو formal بنانے کیلئے بعض اوقات ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحقیقات کا انداز ہمارے لیے مختلف جہات واضح کرتا ہے اور بڑے اخلاص کے ساتھ آگے بڑھانے کا تقاضا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی رہنمائی فرمائے اسطرح کے لیکچرز ہوتے رہنے چاہئیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد اللہ جو ڈائریکٹر ہیں ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر کے اس لیکچر کا اہتمام کیا یقیناً وہ ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں اس طرح کے اگر لیکچرز ہوتے رہیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہتر استعمال ہے اور یہ چیئر علوم کی تحقیق و تدوین اور مسائل کے حل کیلئے بہتر ثابت ہوگی۔ ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کا اس چیئر پر متمکن ہونا ان کیلئے مبارک ہو۔ ڈاکٹر عبد الغفار جو کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے متخصص ہیں کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بہت محنت، جانفشانی اور مہارت سے اس خطبہ کو لکھا اور بعد ازاں تحقیق، تخریج اور تعلیق کے ساتھ اس کو پیش کیا جس کی وجہ سے یہ ایک کتابی شکل اختیار کر چکا ہے۔ یقیناً یہ عمدہ کام کرنے کے لیے ایک مہمیز کا کام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے تمام انسانیت کے لیے فائدہ مند بنائے۔

(پروفیسر) ڈاکٹر محمد حماد لکھوی

ڈین فیکلٹی علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

زیر اہتمام: ڈاکٹر محمد حمید اللہ چیئر، فیکلٹی علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ